

MACKINNONS SPORTS CLUB
KARACHI.

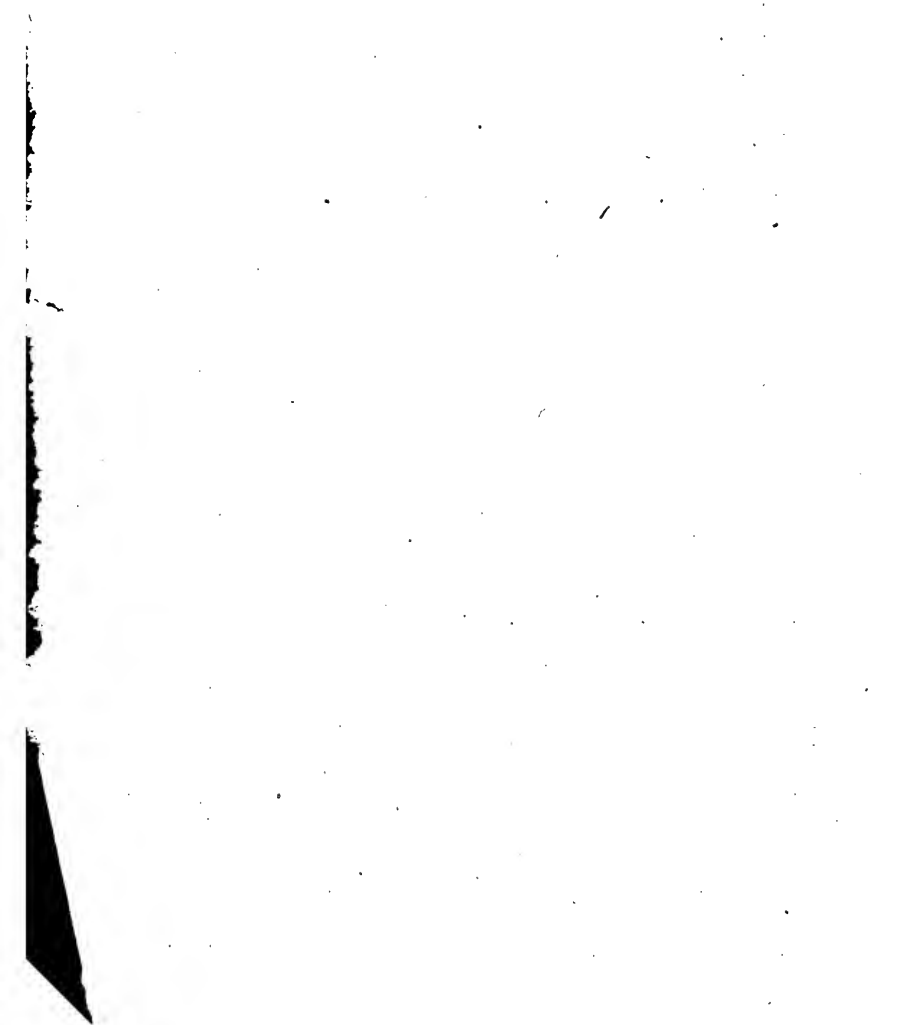
جلیانوالہ باغ

ابوالہاشم ندوی

سنگ میل سلیکشنز © لاہور

جلیان والا باغ





ایوالماسٹم ندوی بی اے

جلیان والا باغ

ایک ناقابل فراموش المیہ

سنگ میل پبلیکیشنز

چوک اردو بازار۔ لاہور

جملہ حقوق محفوظ

طابع نذیر حسین

مطبع منصور پرنسپس لاہور

ناشر سنگ میل پبلی کیشنز - لاہور

ڈاکٹر سیف الدین کچلا بیٹ

جنہوں نے آزادی ہند کے لئے اپنا سب کچھ ٹھادیا، لیکن آزاد
ہندوستان نے جن کی قدر نہ کی وہ مر گئے، لیکن وہ ہمیشہ
زندہ رہیں گے

ہرگز نہ میر دآں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است یزید بریدۂ عالم دوام ما
(ابوالہاشم)

ہندوستان کے لوگ جابر حکومتوں کے مظالم
سہنے کے عادی غرور تھے۔ مگر اس قسم کے ظلم کبھی
ان پر نہیں توڑے گئے تھے۔ جتنے غدر کے
بعد توڑے گئے۔

ہندوستان کو صرف
ہندوستانیوں کی آنکھ سے
دیکھیے !

(سرچارلس دووٹ)

فہرست عنوانات

- (۱) آغاز سخن
- (۲) قصہ درد
- (۳) ڈائر اور اوڈائر
- (۴) قاتل رائے عامہ کے کٹہرے میں
- (۵) ہنٹر کمیٹی
- (۶) چشم دید گواہوں کے بیانات
- (۷) حالات کا جائزہ
- (۸) امرتسر کی اضطرابی حالت
- (۹) ڈاکٹر کچلو کی گرفتاری
- (۱۰) ٹائوننگ، تڑپتی ہوئی لاشیں، پھڑکتے ہوئے جسم
- (۱۱) تماشہ
- (۱۲) مارشل لاء
- (۱۳) مارشل لاء میں لوگوں پر کیا گزری

کتنی ہی مذمت کی جائے۔ اور بلاشبہ وہ ہر ائینہ قابلِ مذمت ہیں،
مگر بہر حال قانونی مغالطہ کی حیثیت ضرور رکھتے ہیں، اس لیے انہیں
کسی نہ کسی حد تک نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

لیکن جلیا تو الہ باغ میں، ایک فرعونِ صفت انگریز نے ہر اصول، ہر
قانون اور ہر ضابطے کو نظر انداز کر کے حریتِ طلب اور آزادی خواہ ہندوؤں
سکھوں اور مسلمانوں کے بہتے اور سپر امن مجمع پر جس طرح کوئی چلائی اسکی
مثال برطانوی سامراج کی تاریخ میں شاید ہی مل سکے۔

خود انگریز مورخوں اور اہل قلم نے اس المیہ پر کتابیں لکھیں۔
ان کتابوں میں جہاں کچھ ایسی ہیں جن میں برطانوی استبداد اور
قہر انیت کی بھرپور تائید اور مدحِ سرکاری کی گئی ہے وہاں کچھ ایسی بھی ہیں جن
میں کھنے والوں نے اپنے ہم قوموں کی بربریت، سفاکی اور شقاوت پر پردہ
ڈالنے اور اسے چھپانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ واقعات و واقعات کی
حیثیت سے جانچا اور پرکھا ہے اور اپنے نقطہ نظر سے جو کچھ سچ اور صحیح
سمجھا ہے۔ اسے بے کم و کاست بیان کر دیا ہے۔

ان کتابوں میں، خاص طور پر دو کتابیں مجھے پسند آئیں، ایک کا نام ہے؛
Messager at Amritsar اور اس کتاب کے مصنف کا

نام ہے - Rupert Furneaux

دوسری کتاب ہے :-

Six Minutes to Sun - Set

اس کے مصنف ہیں :-

Arthur Simson

میں نے ان دونوں کتابوں سے کما حقہ استفادہ کیا ہے :-

جلیناوالہ باغ کالمیہ اپنی جگہ پر بہت بڑا المیہ ہے، اور اس کا روشن پہلو یہ ہے کہ اس کی تفصیلات کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مسلمان تنہیں ”وطن دشمن“ کہہ کر ہندو اپنے چلے دل کے پھپھولے پھڑکتے رہے ہیں، پورے خلوص، جوش اور جذبے کے ساتھ آزادی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھتے رہے ہیں -

اس حقیقت کو نظر سے کبھی اوجھل نہ ہونا چاہیے -

گاہے گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گرداغ ہائے سینہ را

ابوالباقم

۲/۲۰، پی ای سی، ایچ، سوہاگ

کراچی

قصہ درد

انہیں افسانہء غم ڈرتے ڈرتے
سنایا کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے

قائم

افسر نے حکم دیا اور دس منٹ تک
بھاگتے ہوئے لوگوں پر گولیوں کی بارش
ہوتی رہی۔ بیلنزاں اور تریاں لوگ
تھے جو موت کے کٹہرے سے بھاگ نکلنے
کی کوشش کر رہے تھے۔

یہ جلیانوالہ باغ کا واقعہ ہے

جہاں ۱۶۵۰ راؤنڈ چلائے گئے،

۳۷۹ آدمی ہلاک اور ۱۲۰۰ زخمی ہوئے

اس انبوه کثیر میں سے کسی نے بچاؤ

کے لئے بھی نہ لڑائی چلائی۔ نہ پتھر

پھینکا۔

یہی دل خراش داستان

پوری محنت و استناد کے ساتھ

اگلے صفحات میں پیش کی گئی

ہے۔

ڈاکٹر اور اوڈاکٹر

قاتل رائے عامہ کے کٹہرے میں

میں نے فائٹنگ کی اور اس وقت تک کرتا رہا جب تک مجمع منتشر نہ ہو گیا۔ میرا خیال ہے یہ کم سے کم فائٹنگ تھی جس کا ہمہ گیر اعداد ورس نتیجہ برآمد ہوا یہ میرا فرض تھا کہ ایسا کر گزرتا۔ اگر میرے دستِ قدرت میں اس وقت فوج کے مزید دستے ہوتے تو موجودہ تناسب سے ہلاک شدگان اور مجروحین کی تعداد کہیں زیادہ ہوتی۔ سوال صرف ایک مجمع کو منتشر کرنے کا نہیں تھا بلکہ فوجی نقطہ نظر سے ان تمام لوگوں کو مرعوب کرنا تھا جو مجمع میں شامل تھے بلکہ خاص طور پر ان لوگوں کو دہشت زدہ کرنا تھا جو صوبہ پنجاب میں بستے ہیں، لہذا غیر ضروری سفاکی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ تھا جنرل ڈائر کا بیان جو انہوں نے ۲۵ اگست ۱۹۱۹ء کو دیا تھا اور اس بیان پر وہ ساری زندگی سختی سے قائم رہے۔

ان الفاظ نے انہیں لاکھوں آدمیوں کی نگاہ میں ایک درندہ صفت انسان کی حیثیت سے روشناس کرایا۔

———— ایک انگریز سپاہی جس نے درندگی اور خون آشامی کا بے صہجک مظاہرہ کیا اور اپنے اس فعلِ زبوں پر کبھی شرمندہ نہ ہوا۔

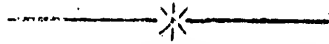


۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیان والا باغ امرتسر میں جو خون ریزی ہوئی تھی ۱۹۳ء میں جنرل ڈائر کے اس سفاکانہ اقدام و عمل پر برطانیہ میں شور و شر مبرپا ہوا، اور انگلینڈ و گروہوں میں بٹ گیا۔

ایک گروہ وہ تھا جو جنرل ڈائر کا مداح اور ثنا خواں تھا کہ اس نے ۱۹۳ء میں کوہلک اور ۲۰ آدمیوں کو زخمی کر کے شور و شر کرنے والوں اور مفسدہ پردازوں کو ایسا سبق دیا کہ ہندوستان ایک نئے غدر سے بچ گیا۔

دوسری جماعت وہ تھی جس کا خیال تھا کہ ڈائر کی اس درندگی اور سفاکی نے جو قتل عام کی صورت میں ظاہر ہوئی، برطانیہ کے دامن پر ایسا دھبہ لگا دیا ہے جو جون آف آرک کو زندہ جلادینے کے بعد سے اب تک رونما نہیں ہوا تھا، یہ ایک ایسا لرزہ خیز اقدام تھا، جس نے صرف ۲۸ سال کی قلیل مدت میں برطانیہ عظمیٰ کو

اس جنگلاتے ہوئے ہمیں سے محروم کر دیا جو اس کے تاج خسرو کی زینت تھا۔



۱۹۲۷ء میں جنرل ڈائٹر کا انتقال ہو گیا اور کچھ ہی مہینے بعد برطانوی راج بھی ختم ہو گیا۔ مفید نام ”صاحب لوگ“ انڈیا سے پوریا بہتر باندھ کر رخصت ہو گئے، ہندوستان سے باہر کی دنیا میں جلیا نوالہ بارغ کا حادثہ اب ایک قصہ ماضی ہے۔ ۱۹۲۰ء میں جنرل ڈائٹر کو بیٹریوں کے آگے بھینک دیا گیا۔ اسے ایک تحقیقاتی کمیٹی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا اوقام، تحقیقاتی نقطہ نظر سے یا واقعی نقطہ نگاہ سے کیسا ہی رہا ہو، بہر حال اس نے سارے ہندوستان کو ایک دکھتا ہوا نور بتا دیا۔

”سیاسی مصلحت“ کا تقاضا یہ تھا کہ جنرل ڈائٹر کو سزا دی جائے۔ برطانیہ کی ٹوری (قدامت پسند) جماعت نے ڈائٹر کے ”کارناموں“ کو سراہا۔ ایک انگریز جج نے اسے ہر الزام سے بری قرار دیا۔ لیکن ہندوستانیوں کے قلب مجروح سے خون رستا رہا، وہ اس داغ کو فراموش نہ کر سکے۔

۱۹۵۰ء میں ڈائٹر کا سیاسی سردار، اور سب سے بڑا پشت پناہ۔ اوڈائٹر — ایک قاتل کی گولی کا نشانہ بنا۔

ڈائٹر کے انتقال اور اوڈائٹر کے قتل نے بہت سے سوالات کا تشنہ

جواب رکھا۔

ان تشددِ سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لئے ہمیں امرتسر کی گلیوں اور
کوچوں کی خاک چھاننا پڑے گی۔ آئیے آج اتوار کا دن ہے، اپریل ۱۹۱۹ء کی تاریخ
آغاز موسم بہار کی ایک قیمتی ہوئی سہ پہر :- :- ؟

ہنرمندی

آج کا دن تاریخ کے دامن میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یادگار بن جانے اور محفوظ رہ جانے کے لیے، طلوع ہوا ہے ۔

چشم تصور دیکھیے، اور دیکھیے :-

کلی ہوئی کاریں افسروں کو لادے لیے جا رہی ہیں ۔

گھر سوار پولیس والے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں ۔

پیچھے پیچھے آمدیڑ کاریں رواں دواں ہیں ،

تقریباً سو سپاہی آگے پیچھے مارچ کرتے جا رہے تھے، ان کے بچے تلے

قدم مسلح سپاہیوں کی رہنمائی کر رہے تھے ۔

رٹروں پر سورج کی تمازت مدھم بڑھتی جا رہی تھی ۔
 بازار کے آدھے راستے پر عزم و حشم ، لکناڈنگ آفسیئر کا اشارہ پاتے ہی
 رُک گیا ۔

بازار کے ایک طرف ایک تنگ سی گلی تھی جو چند قدموں کے بعد ایک میدان
 میں نکلتی تھی ۔

یہ اتنی زیادہ تنگ گلی تھی کہ مستین گلوں سے آراستہ آرٹو کاریں بھی جو
 اٹکھیلیاں کرتی آگے بڑھ رہی تھیں ، یہاں آکر گویا چھوٹک پھونک کر قدم رکھنے
 پر مجبور ہو گئیں ۔

گزرنے کا راستہ انہوں نے بنایا تو لیکن یہ صد ہزار مشکل :

گلی کے اندھکام کے حکم کے مطابق سب مارچ کر رہی تھی ۔ اور مجمع کو
 گھیرے میں لیے ہوئے تھی ۔ اوپر طیارے اڑ رہے تھے ، جو سفید فام آقاؤں کی
 قوت و شوکت کا ثبوت تھے ، سپاہیوں کے داہنے بائیں فرج صف باندھے کھڑی
 تھی ۔ اس نے ایک مورچہ بنا کر سامنے پیلیے ہوئے میدان کے جنوب میں جہاں مجمع
 اکٹھا تھا پوزیشن لے لی تھی ۔ مجمع گوش و ہوش سے تقریریں رہا تھا ۔ مقرر اسٹیج
 پر کھڑا داد و خطابت دے رہا تھا ، ۲۵ آدمی دروازے کے ہر دو طرف کیل کانٹے سے
 لیس کھڑے تھے ۔ یہ بندوقین تانے ہوئے تھے اور حکم کے منتظر تھے ، یہ آدمی
 دھار دار اسلحہ سے مسلح ان کے عقب میں تیار کھڑے تھے ۔

یہ ایک افسر نے حکم دیا ۔

”گولی چلاؤ!“

فوج جیسے ہی نمودار ہوئی سختی مجمع میں بے چینی پیدا ہوئی، اور لوگ سرگوشیاں کرنے لگے۔

”دیکھنا فوج آگئی!“

جو بیٹھے تھے وہ کھڑے ہو گئے۔

کئی ایسے لوگ تھے جن کے کندھوں پر بچے سوار تھے، انہوں نے بچوں کو نیچے اتار دیا، اور سپاہیوں کی طرف تیکنے لگے۔

اسٹیج پر کھڑا ہوا جو مقرر تقریر کر رہا تھا، اس نے زور خطابت صرف کرتے ہوئے کہا۔

”خبردار — اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا، ڈرنے کی کوئی

بات نہیں، یہ سپاہی بے گناہ لوگوں کو ہدفِ ستم

نہیں بنائیں گے، ہر جہاں ہے، بس وہیں بیٹھا

رہے۔“

ڈالس سے کوڈ کر، اور سفید و مال لہراتے ہوئے سپاہیوں کی طرف میاں
عبدالعزیز بڑھے۔ جن کی عمر تیس سال کی تھی۔ میاں صاحب تے صدر دروازے سے
باہر نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن رائفل کے کندھوں سے مار مار کر انہیں پھر پیچھے
دھکیل دیا گیا۔

جب فائرنگ شروع ہوئی تو مہنس راج نے چلا کر کہا۔

”یہ خالی خولی فائر ہیں، تم لوگ اپنی جگہ پر ڈٹے رہو!“

لیکن مجمع کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

گولیاں سنسناتی ہوئی سروں کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔

حاضرین میں سے ایک شخص بے تاب ستانگہ نہ سنا۔ کوئی افسر اپنے سپاہیوں
سے کہہ رہا تھا۔

”اوپر اوپر فائرنگ کیوں کر رہے ہو؟ بندوقیں نیچی کرو، اور گولی چلاؤ!“

پھر سیٹی بجی۔

سیٹی بجتے ہی گولیاں تڑا تڑ زمین پر برسنے لگیں، جس کا جھڑنہ اٹھا، بھاگنے
لگا۔ ایک عجیب افزائفری کا عالم تھا۔

ڈائر کا بیان ہے کہ فائرنگ کے سلسلے میں اس نے کسی سے مشورہ نہیں کیا۔

کیونکہ امرت سر میں کوئی ایسا تھا بھی نہیں جس سے مشورہ کیا جاسکتا۔

وہ کہتا ہے۔

”مجھے فوری طور پر فیصلہ کرنا تھا کہ اب میرا اقدام کیا ہونا چاہیے۔“
 ڈائرنے یہ الفاظ ہنٹر کی بیٹی کے سامنے کہے تھے۔ اس نے مزید کہا۔
 ”فوجی نقطہ نظر سے میرا خیال تھا کہ مجھے فوراً کوئی چلا دینی چاہیے۔ اگر مجھے یہ
 فائرنگ کرنی تھی تو وہ انہی ہی ہونی چاہیے تھی کہ حسبِ دل خواہ نتیجہ برآمد ہو سکتا،
 معمولی سی فائرنگ کے معنی تھے :-

”ایک مجرمانہ اور احمقانہ اقدام؟“
 منادی کے لہجہ جلیانوالہ باغ کے مجمعِ خلافِ قانون کو مزید متباہ کرنا، یا اس
 سے گھٹ و شنید کرنا، یا اسے موقع اور مہلت دینا قطعاً بیکار تھا۔

جنرل ڈائرنے ہنٹر کی بیٹی کے سامنے جب وہ پیش ہوا سوال کیا گیا۔

”آپ نے کیا کیا؟“

اس نے جواب دیا۔

”فائرنگ۔“

سوال ہوا۔

”فوراً؟“

”جی ہاں، فوراً۔“

یہ سن کر تھوڑی دیر شاید آدھا منٹ غور کیا، اور فیصلہ کر لیا کہ میرے فرض کا

تقاضا کیا ہے ؟

ایک عینی شاہد کا یہ بیان ہے جو اپنے مکان کی چھت سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کہ :-

”جمع کو منتشر ہو جانے کی تیئہ ہم نہیں کی گئی، گورکھار سپاہی رائفل چھپائے باغ میں داخل ہوئے اور ایک اونچی جگہ پر پوزیشن لی، فائرنگ شروع ہوئی، تو ہیکڈر چمچ گئی۔“

لالہ کرن چند اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ کا بیان ہے :-

”سپاہی باغ میں داخل ہوئے اور صغیں قائم کیں، اور کسی طرح کا انتباہ کیے بغیر فائرنگ شروع کر دی۔

حکم ملتے ہی سپاہیوں نے نیچے والے حصے پر یے ٹائل فائرنگ شروع کر دی۔ گولیاں زمین پر اولوں کی طرح گر رہی تھیں، اور لوگ زخمی ہو رہے اور ہلاک ہو ہو کر گر رہے تھے۔ جس کا حد ہر منہ اٹھا بھاگ نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔

بہت سے لوگ بھاگتے میں مجروح یا ہلاک ہو کر خاک و خون میں تھڑنے لگے۔ نشانے کی زد بھاگتے ہوئے لوگوں پر تھی۔ خاص طور پر دروازے سے نکل بھاگنے کی کوشش کرنے والوں پر۔“

جنرل ڈائر نے اپنے مراسلے میں لکھا تھا :-

”جب میں نے محسوس کر لیا کہ میرے احکام کی تعمیل نہیں ہو رہی ہے، تو یہ میرا فرض تھا کہ گولی چلا کر مجمع منتشر کر دوں۔ میں نے فیصلہ کر دیا تھا کہ میں تمام حاضرین کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا اگر وہ ایسا کرنے پر پشیدہ رہے!“

ڈائری کے یہ الفاظ ہینٹر کیٹی کے ایک رکن جنرل سرچارل بارو کے دل پر نقش ہو گئے۔ انہوں نے ۱۹۳۱ء میں ”جنرل سرچارلس مونرو“ پر جو کتاب لکھی تھی، اس میں ان الفاظ کا ذکر کیا ہے۔

لارڈ ہینٹر کیٹی کے صدر نے جنرل ڈائری سے سوال کیا۔
 ”کیا گولی چلائے سے آپ کا مقصد مجمع کو منتشر کرنا تھا؟“
 ”جی ہاں۔“

”کیا کوئی اور مقصد بھی تھا۔“
 ”نہیں جناب۔ میں اس وقت تک فائرنگ جاری رکھنا چاہتا تھا جب تک مجمع منتشر نہ ہو جائے!“

”کیا جوں ہی فائرنگ شروع ہوئی مجمع منتشر ہونا شروع ہو گیا تھا؟“
 ”جی ہاں۔ فوراً!“

”آپ نے پھر بھی فائرننگ جاری رکھی؟“

”جی ہاں جناب!“

”جب مجمع منتشر ہونے لگا تھا تو آپ نے فائرننگ بند کیوں نہیں کر دی؟“

”میں نے سوچا یہ میرا فرض ہے کہ جب تک مجمع بالکل منتشر نہ ہو جائے اس

وقت تک فائرننگ جاری رکھنی چاہیے، اگر فائرننگ کم کی گئی تو نتیجہ حسبِ دلخواہ

برآمد نہیں ہوگا۔ اگر میں کم فائرننگ کرتا تو ایک فعلِ عبث کا ارتکاب کرتا!“

”فائرننگ کا سلسلہ کتنی دیر تک جاری رہا۔؟“

”تقریباً دس منٹ تک!“

”دس منٹ تک؟“

”شاید اس سے کچھ کم!“

جنرل ڈائرس کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ جس مجمع پر اس نے گولی چلائی

وہ مسلح نہیں، نہ تھا۔

”کیا بغیر فائرننگ کے آپ مجمع منتشر نہیں کر سکتے تھے؟“

ڈائرس نے جواب دیا۔

”ایسا ممکن تھا۔“

ہو سکتا تھا کہ وہ پھر جمع ہو جاتا، اور میرا مضحکہ اڑاتا!“

جنرل ڈائرس سے ایک اور سوال کیا گیا۔

”کیا صورت حال بہت زیادہ نازک ہو گئی تھی؟“
جنرل ڈائری نے جواب میں کہا -
”بہت نازک جناب۔“

چشم دید کو اہوں کے بیٹا

ہنٹر کیٹی کے سامنے چشم دید گواہ بھی پیش ہوئے۔ جنہوں نے یہ یقین ڈرامہ
اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

اسے لوگوں نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، عدد درجہ مرعوب، دہشت
زدہ اور سرا سیمہ ہونے کے باوجود اسے ممبران کیٹی کے سامنے بیان کر دیا۔

خود جنرل ڈائر کے انداز سے کہ مطابق دہشت زدہ اور رو بہ فرار جمع کی تعداد
۵۶ ہزار کے قریب تھی یا نبوہ عظیم، گولیوں کی بارش سے خوف زدہ اور ہراساں جان

- (۱۴) جنرل ڈائٹر سے سکھوں کی عقیدت
(۱۵) قصور ڈھونڈ کے پیدا کیے جفا کے لیے
(۱۶) ڈائٹر - ایک ہیرو
(۱۷) طوفان کی آمد آمد
(۱۸) قدرت کی چلی
(۱۹) قاتل کی سراسیمگی
(۲۰) کانگریس تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ
(۲۱) پیر چل نے ڈائٹر کو چلتا کر دیا
(۲۲) آر جی کونسل کا فیصلہ
(۲۳) جج کا ایک طرفہ فیصلہ
(۲۴) ڈائٹر کی موت اور ڈائٹر کا قتل
-

آغازِ سخن

متحدہ ہندوستان (شمول پاکستان) پر انگریزوں نے اُن گنت مظالم کیے ہیں۔ عصمتیں لوٹیں، کھیت جلائے، مکانات ڈہائے، جائدادیں چھینیں، املاک پر قبضہ کیا، جاگیریں منیلام کیں، کوڑے لگائے، پھانسی دی، گولی ماری، جو کچھ کر سکتے تھے سب کچھ کیا بلکہ اس سے بہت زیادہ کر گزرے۔ لیکن اس طرح کی حرکتیں، زیادہ تر غدر کے دوران میں یا غدر کے فوراً بعد کی گئیں۔ اس کے بعد نظم و قانون کی — خواہ وہ کتنا ہی ناقص ہی کیوں نہ ہو — عمل داری شروع ہو گئی، اس دور میں جو مظالم بھی ہوئے وہ بہر حال قانون کے نام پر، اور قانون کی آڑ لے کر کیے گئے۔ ان کی خواہ

بچانے کے لیے بھاگا، لیکن نکاسی کے راستے بند تھے۔

ایک چشم دید گواہ گرد ہاری لال کا بیان ہے کہ گولیاں پندرہ منٹ تک برستی رہیں، سینکڑوں آدمی بے بسی کی موت مارے گئے، جو لوگ دیواروں پر چڑھ گئے انہیں بھی سپاہیوں نے نیچے مار گرایا۔

بھاگتے ہوئے جمع پرتا بڑا ٹوڑ گولیاں برس رہی تھیں جس جگہ مجمع زیادہ گھنا ہوا جانا تھا وہاں یہ شدت اور بڑھ جاتی تھی۔

جو لوگ گولیوں کی بارش سے بچنے کے لیے زمین پر لیٹ گئے تھے، گورکھا سپاہیوں نے گھٹنے زمین پر ٹیک کر انہیں بھی نشانہ اجل بنا دیا۔

میاں محمد شریف نامی ۲۴ سالہ نوجوان بہت کر کے دیوار پر چڑھ گیا اور کورجیاں بچا لینے میں کامیاب ہو گیا۔

لالہ رام گوپال لاشوں کو روندتا ہوا بھاگوں بھاگ دیوار پر چڑھا، لیکن بھاگتے میں دھوٹی گر گئی، ٹکلی میں حبس ہو گیا تو مادر زاد ننگا تھا۔

سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ فائرنگ ان دروازوں کی طرف زیادہ شدت سے ہو رہی تھی جوھر سے لوگ جان بچا کر نکل سکتے تھے۔

اسماعیل قصاب کا بیان ہے کہ میں جوھر رخ کرتا لاشیں بکھری ہوئی نظر آتی تھیں۔

ایک شال فروش عبدالواحد کا بیان ہے کہ میں نے ایک پٹر کے نیچے بارہ آدمیوں

کو پناہ گزین دیکھا، جو ایک دوسرے کے اگلے پیچھے کھڑے تھے، سپاہیوں کی نظر ان پر گئی تو انہوں نے ایک ایک کر کے سب کو ڈھیر کر دیا۔

ہنٹر کیٹی کے ایک ہندوستانی ممبر نے جنرل ڈائر سے پوچھا۔

”کیا آپ کا مقصد دہشت پیدا کرنا تھا

جنرل ڈائر نے جواب دیا۔

”میرے اقدام کا جو نام چاہیے، میرا مقصد تو شورش پسندوں

کو سبق دینا تھا۔ امرت سر میں بغاوت کے آثار نمایاں ہو چکے تھے، میرا

فرض تھا کہ اس شورش کو کچل دوں، ہر وہ آدمی جو باغ سے بچ نکلا، وہ اس

حقیقت کا پیامی بن کر نکلا کہ امرت سر میں ”لا اینڈ آرڈر“ کا راج ہے!“

برطانوی حکام کی طرف سے زخمیوں کے علاج کا، اور لاشوں کو

ٹھکانے لگانے کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔

ہنٹر کیٹی میں جب جنرل ڈائر سے سوال کیا گیا کہ اس سلسلے میں اس نے

کیا کیا؟ تو وہ گویا ہوا۔

”میں نے کچھ نہیں کیا، یہ میری ذمہ داری نہیں تھی۔“

تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے میاں سکندر علی نے بیان دیتے ہوئے کہا۔

”حادثے کی خبر ملتے ہی میں اپنے چھوٹے لڑکے کو تلاش کرتا باغ میں

پہنچا، یہ سواسات بجے شام کا وقت تھا، بڑی مشکل سے لاشوں کے

ڈھیر میں مجھے اپنا جان مار بیچہ ہمیشگی کی نیند سو یا ہوا ملا۔ میرے لڑکے کی لاش کے پاس میرا چہرہ چار دھائی اسماعیل بھی مُردہ پڑا تھا۔ اور زخموں سے چُڑ، اسماعیل کا ایک اور عزیز بھی اس کی تلاش میں آپہنچا تھا۔ ہم دونوں نے مل کر، بڑی مشکل سے یہ دونوں لاشیں اٹھائیں اور باہر نکلے، ان لاشوں میں جہان، بوڑھے بچے سب شامل تھے۔ زخمیوں اور مُردوں کی تعداد، دو ہزار سے کسی طرح کم نہ تھی۔“

اب ہم دونوں پھر پیچھے کی طرف لوٹتے ہیں۔

حالات کا چائٹرہ

اپنے اس اقدام کے بارے میں جنرل ڈائٹر کا خیال تھا کہ اس نے پنجاب کو ایک فحش بیجاوت سے اور سارے ہندوستان کو غدر سے بچالیا۔
جنرل ڈائٹر کے حامیوں کا خیال ہے کہ اس نے چند آدمیوں کی جان لے کر بہت سی جانوں کو بچالیا۔

دوسرا گروہ اس کے برعکس سوچتا ہے۔

لیکن دونوں اس پر متفق ہیں کہ سارے ملک میں ہنگامہ آرائیاں دہشت شروع ہوئیں، کیونکہ دہلی میں یہ جنگاری ۳۰ مارچ سے مسلکنا شروع ہو گئی تھی۔
ہندوستان نے بڑی شرافت کے ساتھ جرمنی کے خلاف مسلح جنگ میں

انگریزوں کا جان و مال سے ساتھ دیا تھا۔ یہاں کے لوگوں نے غذائی قلت کی تکلیفیں برداشت کیں، برصغریٰ ہوائی اشیاء کی قیمتوں کو گوارا کیا۔ محاصل کا اضافہ منظور کر لیا، پولیس پر جبر پابندیاں عائد کی گئیں اور شخصی آزادی جس طرح مجروح کی گئی اس کے خلاف، حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔

لیکن جنگ کے کامیاب اختتام کے بعد انہوں نے دوسروں کو آزاد ہوتے اور خود کو بستور بند غلامی میں جکڑا سوا پایا۔ حالانکہ وہ صبح نوکے منتظر تھے ان سے اصلاحات سیاسی کا وعدہ کیا چکا تھا۔ اور چند مرحلوں کے بعد ہوم رول، دینے کا سرکاری طور پر وعدہ کر لیا گیا تھا۔

بجا طور پر اس ملک کے باشندے یقین کیے بیٹھے تھے کہ جنگ کو کامیاب طور پر اختتام تک پہنچانے میں انہوں نے رویہ یہی دیا۔ اود آدمی بھی۔ اب وقت ہے کہ ان قربانیوں کا صلہ ملے، لیکن وہ صلہ ناقص سیاسی اصلاحات، تشدد آمیز قوانین، اور رولٹ ایکٹ کی صورت میں ملا، جس کی رو سے پولیس اور انتظامیہ کو غیر معمولی اختیارات حاصل تھے۔ نہ اپیل کی اجازت ملزم کو حاصل تھی نہ وکیل کی، حد یہ ہے کہ ملزم کے ہاتھ میں فرد قرار واد جرم کا دیا جانا بھی ضروری نہیں تھا اور مزید ستم ظریفی یہ کہ اس ایکٹ کے ماتحت جس شخص کے خلاف کاروائی کی جارہی ہو وہ کام قانون شہادت کے کسی پہلو پر عمل کرنے کے پابند نہیں تھے۔

رولٹ بل ۲۳ مارچ کو ایکٹ (قانون) بن گیا۔ یہی قانون تھا جو ستر گندھی

کی تحریک مقاومت جمہول یا عدم تشدد *Passive Resistance* *Movement* کو عالم وجود میں لایا۔ جیسے وہ سنڈیاگرہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ انہوں نے ہاراپہیل کے لئے عام ہڑتال اور اسٹراٹک کا اعلان شائع کیا ، لیکن کسی غلط فہمی کے باعث اکثر مقامات پر یہ دن مسمر مارچ کو منایا گیا۔

دہلی میں فساد ، ریٹوے اسٹیشن سے شروع ہوا ، کیونکہ وہاں ریفر شمنٹ روم میں کھانا کھلایا جا رہا تھا ۔ مجمع تشدد و ہراتر آیا تو پولیس نے فائرنگ کی جس سے دو آدمی مجروح ہوئے۔ پھر سارے شہر میں ہاڑی مچ گیا۔ دوبارہ فائرنگ ہوئی جس سے کئی آدمی ہلاک اور بہت سے مجروح ہوئے ، ہنٹر کمپنی نے اس فائرنگ کو حق بجانب قرار دیا ،

دہلی کے ہنگامے کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ لوگوں کو سڑکیوں سے اتار دیا گیا۔ جو پوربین اپنی کار میں گزر رہے تھے ان کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ خود جزلی ڈائریجی اس یلغار سے نہ بچ سکے۔ وہ چند روز کی چھٹی پر دہلی آئے ہوئے تھے اور کار میں کچھ خواتین کے ساتھ سیر کو نکلے ، مجمع دیکھ کر وہ سمجھے کوئی میلہ ہے چنانچہ خواتین سے انہوں نے یہی کہا ، لیکن جب فساد یوں نے ہلہ بولا تو انہوں نے شوق کو ہدایت کی کہ تیری سہ نکل چلے۔ چھٹی مناکر دوسرے دن جب وہ اپنے مستقر جالندھر واپس آئے تو کئی مقامات پر ان کی کار کو سامنا کرنا پڑا ، ایک جگہ تو کار کے پیٹے میں میخ ٹھونک دی گئی تاکہ وہ آگے نہ بڑھ سکے۔

دوسرے شہروں میں ہڑتال ۲۴ اپریل کو کی گئی، لیکن کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا
البتہ پنجاب کے دارالحکومت لاہور کی حالت دگرگوں تھی۔

سرماٹیکل اوڈائنرسات سال تک پنجاب کے لفٹیننٹ گورنر رہنے کے بعد
چند مہینوں کے اندر پیشی پر جانے والے تھے۔ دہلی کے حادثے سے متاثر ہو کر
انہوں نے پبلک اجتماعات پر پابندی لگا دی، اور ستیہ گرو کے عہد نامے پر
جن لوگوں نے دستخط کیے تھے انہیں سختی سے متنبہ کر دیا، کیونکہ لاہور اور
امرت سریش بڑے بڑے پوسٹر ”ماروا اور مر جاؤ“ کے دیواروں پر چسپاں کیے گئے
تھے۔ جس سے ہوا کے رخ کا اندازہ ہوتا تھا کہ ۲۴ اپریل کو کیا ہونے والا ہے۔

مسٹر گاندھی دس اپریل کو، دہلی اور پنجاب کے دورے پر روانہ ہوئے
لیکن حکومت ہند نے دہلی میں اور حکومت پنجاب نے اپنے موبے میں ان
کا داخلہ ممنوع قرار دیا۔ گاندھی کو بول اسٹیشن پراس حکم سے مطلع کیا گیا انہوں
نے احتجاج کیا لیکن احمد آباد واپس جانے پر راضی ہو گئے۔

یہ خبر آگ کی طرح سارے ملک میں پھیل گئی۔ دوسرے شہروں میں تو
کچھ ایسا زیادہ شور و شر نہیں ہوا۔ لیکن، دہلی، لاہور اور امرت سریش تو گویا آگ
لگ گئی۔

امت سر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ گاندھی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس افواہ نے جلتی پینیل کا کام کیا، سارے شہر میں دنگا اور ہڑت شروع ہو گیا۔ مجمع حد سے زیادہ مشتعل تھا، کئی انگریز زخمی ہوئے۔ ایک مارا گیا۔ سرکاری عمارتوں کو آگ لگا دی گئی۔ پولیس پر پتھراؤ کیا گیا۔ اور سوراخ کا اعلان کر دیا گیا۔ فائرنگ کے بعد مجمع منتشر ہوا۔ ۱۲ اپریل کو گاندھی آگئے۔ انہوں نے عدم تشدد اور امن کی اپیلی کی جو کارگر ہوئی۔

لاہور میں حالات اتنے نازک ہو گئے کہ دو روز تک گویا یہاں فساد یوں کی جھلک رہی۔

۱۱ اپریل کو ۲۵ ہزار ہندوؤں اور مسلمانوں کا مجمع جو انگریزوں سے تنفر میں بالکل متفق تھا، بادشاہی بازار کی طرف سیاہ جھنڈے لیے، اور اشتعال انگیز نعرے لگاتا ہوا بڑھا۔ یہ لوگ جارج پنجم مردہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ اور علی الاعلان کہہ رہے تھے ہمارا بادشاہ امیر افغانستان اور شہنشاہ جرمنی ہے شہر کی ہر بڑی سڑک ہندو مسلم شورش پسندوں سے بٹی ہوئی تھی۔

گورنر نے اپنی قیام گاہ پر سیاسی لیڈروں کی ایک کانفرنس بلائی، تیس چالیس آدمی شریک ہوئے۔ بعض کی رائے تھی کہ عوام کے لیڈروں سے صلح صفائی کی بات کی جائے لیکن ہر رائے کیل اوٹاٹر اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ انہوں نے

کہا۔

”ہم باغیوں سے بات نہیں کر سکتے، ان سے ہم اچھے طرح نہٹ
سکنے کی قوت رکھتے ہیں۔“

۱۲ اپریل کو بادشاہی مسجد کے باہر ایک زبردست جلسہ ہوا۔
یہاں سادہ لباس میں کچھ پولیس والے تھے۔ ان کی خوب پٹائی بھٹی آٹھ
سو پولیس کے سپاہی مسلح کٹرے تھے۔ ان پر پتھر اڑا ہوا۔ انتباہ کے باوجود مجمع
نے منتشر ہونے سے انکار کر دیا۔ آخر گولی چلائی گئی۔ جس کا نتیجہ ہلاکت اور جراحت
کی صورت میں رونما ہوا۔ شہر کے دوسرے مقامات پر بھی یہی صورت پیش آئی۔

قصور میں بھی بہت نازک صورت پیش آئی۔ زبردست ہڑتال کی گئی۔ مظاہرے
ہوئے اور جلوس نکالے گئے۔ فیروز پور سے ایک ٹرین آ رہی تھی جس میں یوہین
بھی تھے۔ ٹرین روک لی گئی اور ان کی جان کے لالے پڑ گئے۔ بڑی مشکل سے
انہیں بچایا جاسکا۔

انگریز عورتوں اور بچوں کی جان لینے کی کوشش بھی کی گئی۔ لیکن ایک
ریلوے انسپکٹر تھان دین نے ان کی حفاظت کی اور بچا لیا، ٹرین جب پلیٹ فارم
پر پہنچی تو دو انگریز وارنٹ آفیسر ہلاک کر دیے گئے۔ اسٹیشن کو آگ لگا

دی گئی، عدالت کی عمارت پر حملہ کیا گیا۔ یہاں بھی فائرنگ ہوئی جس میں چار فساد می
ہلاک اور ۵ زخمی ہوئے، اس فائرنگ کو ہینڈ کیٹیجی نے حق بجانب قرار دیا۔

پنجاب کے ۲۹ شہروں میں سے ۱۹ میں قبول سزاؤ دائر، توڑ پھوڑ پوری شدت
کے ساتھ ہوئی، بلکہ لاہور سے خفیہ پیغام دہلی کے ریلوے ورکرز کو بھیجا گیا کہ وہ ہڑتال
کر دیں تاکہ فوج کی آمد و رفت ناممکن ہو جائے۔

امرت سر کے خطرناک حالات کے پیش نظر جنرل ڈائرس کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنا
لاؤشکر لے کر فوراً وہاں پہنچ جائیں۔

امرتسری کی خطرناکی حالت

گر کیا نامح نے ہم کو قید اچھالیں سہی
یہ جنوں عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا؟

ڈاکٹر کچیلو کی گرفتاری

حالات میں تیزی کے ساتھ تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔

امن کی جگہ اضطراب نے لے لی تھی۔

ہر طرف ایک نامعلوم سی، ایک غیر محسوس سی، ایک استجافی سی سرکیمبی،
بے جبینی اور تشویش و اضطراب کے آثار واضح اور نمایاں طور پر نظر آ رہے تھے۔

۵

اگر تیسریں ۳۰ مارچ خیریت سے گزر گئی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال پر دہلی اجتماعی اجتماعات میں تقریر نہ کرنے کا حکم اتنا اعلیٰ نافذ کر دیا گیا۔
 ۵ مارچ کو ایک خفیہ جلسہ ہوا جس میں یہ دونوں بھی شریک ہوئے، ۶ مارچ کو
 اگر تیسریں مکمل ٹھہرنا شروع ہوئی، بنگالہ ہرپرسکون، لیکن طوفان کی آمد آمد ہر وقت
 متوقع تھی۔

ڈپٹی کمشنر مسٹر رائس اردنگ نے ہنٹر کمیٹی کے سامنے جو تحریری بیان پیش کیا اس
 میں انہوں نے لکھا تھا کہ اس تحریک کے پس پشت جو دماغ کام کر رہے تھے وہ
 اگرچہ تشدد کے مخالف تھے لیکن حالات اتنے اذیتور تھے کہ خود ان کے قابو سے باہر
 ہو چکے تھے۔ انہوں نے حکومت پنجاب کو جو مراسلہ بھیجا اس میں تحریر کیا تھا، کسی
 وقت بھی قیامت خیز شورش رونما ہو سکتی ہے۔ فوجی امداد فوری طور پر ملنی چاہیے تاکہ
 سول لائن کو بچایا جاسکے۔

”یہ میری بہت بڑی غلطی تھی کہ میں نے یہ سمجھ رکھا تھا، میں
 ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو راہِ راست پر لاسکوں گا۔ لیکن وہ
 تو بڑے گرسے ثابت ہوئے بہر حال ہمیں اب اپنی ہی
 قوت باند پر بھروسہ کرنا پڑے گا۔“



۹ اپریل کو رام نو می کا تہوار تھا، اس میں مسلمانوں نے بھی بیڑے بوش وغوش سے حصہ لیا، جو برطانیہ کی مسلمہ پالیسی لڑاؤ اور حکومت کرو، کا نہایت بھراؤں جواب تھا۔ مسٹر اردنگ کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے سبیل لگا لگا کر ہندوؤں کے لیے پانی مہیا کیا اور ہندوؤں نے مسلمانوں کے ہاتھ سے پانی لے کر پیا، ہنٹر کیٹی کی رائے میں ہندو مسلم اتحاد کا یہ نہایت مثالی مظاہرہ تھا۔

جلوس نے جب شہر کی گلیوں اور سڑکوں کا گشت کیا تو مذہبی نعروں کے بجائے سیاسی نعرے لگائے جا رہے تھے۔ لیکن ابھی تک بد امنی کے آثار نہیں تھے۔ بلکہ بغیر کسی مداخلت کے ”بادشاہ کو خدا سلامت رکھے“ کا بند بھیا بجاتا رہا، العینہ مسلمان طلبہ ترکوں کی حمایت میں جو انگریزوں کے دشمن تھے نعرے لگا رہے تھے، لالہ جیون لال سی آئی ڈی انسپکٹر جو جمع میں ایک تماشائی کی طرح شریک تھا، بیان کرتا ہے کہ اس نے حکومت کے خلاف اشتعال انگیز نعرے نہ سنے۔

مسٹر اردنگ جلوس کے ساتھ گشت کرنے کے بعد جب اپنے ہنگلے پہنچے تو صوبائی حکومت کی طرف سے انہیں حکم ملا کہ ڈاکٹر سیبتہ پال اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو شہر بدر کر کے دھرم سالہ بھیج دیا جائے۔ نیز یہ کہ لفٹیننٹ گورنر پنجاب

مسٹر ارونک سے متفق ہیں، ہندو فوجی امداد کی فوجی کارروائی کی جا رہی ہے۔
 اگرچہ ان دونوں لیڈروں کی گرفتاری سے کوئی بیوہ کا اندیشہ نہیں تھا لیکن
 مسٹر ارونک نے اس سلسلے میں احتیاطی تدابیر ضروری سمجھیں کہ کوئی مظاہرہ نہ
 ہونے پائے۔ اور عوام انہیں پولیس کی حراست سے نکال نہ لے جائیں جتنا پتہ
 چلے یہ ہوا کہ ڈاکٹر ستیہ پال اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو ڈپٹی کمشنر کے بنگلے پر بلایا
 جائے اور وہیں سے گرفتار کر کے زبردست فوجی پرے کے ساتھ روانہ کر دیا
 جائے، ڈپٹی کمشنر کے بنگلے، پول، مرکزی عمارتوں، وغیرہ پر کپٹ کا انتظام کر
 دیا جائے، باقی فوج رام باغ میں ہنگامی ضرورت کے لیے موجود رہے۔ اگر بد امنی
 واقع ہوئی تو انگریز مردوں اور عورتوں کے انخلا کا بندوبست بھی کر لیا گیا۔



ڈپٹی کمشنر کی طلبی پر ستیہ پال اور کچلو اس کے بل پر پہنچ گئے۔ فوراً ان پر ڈیفنس
 آف انڈیارول کے ماتحت ایک حکم نامے پر دستخط کر دیے گئے کہ اسی وقت
 امرتسر جھڑ دیں۔ دونوں کو الگ الگ کار میں بٹھایا گیا۔ کار ہوا سے باتیں کرنے
 لگی، پیچھے پیچھے فوجی دستے تھے جو شاہ پور تک ساتھ گئے۔ یہ دوست کچلو اور
 ستیہ پال کے ساتھ ڈپٹی کمشنر کے بنگلے پر آئے تھے انہیں اُدو گھنٹے تک
 روکے رکھا گیا۔ پھر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ یہ خبر آگ کی طرح سارے
 شہر میں پھیل گئی۔

» بچے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر پلومر کو بذریعہ فون کو توڑالی سے اطلاع دی گئی کہ ایکسپس پارک میں ایک خلقت دونوں لیڈروں کی رہائی کا مطالبہ کرنے کے لیے جمع ہو رہی ہے۔ مسٹر پلومر موقع واردات پر روانہ ہو گئے۔ انہوں نے کیپٹن میسی کو مطلع کیا کہ پولس سے دیوانہ جمع کشنر کے بنگلے کی طرف بڑھ رہا ہے موصوف فوراً ہال گیٹ برج پر پہنچے جہاں سے انہوں نے دیکھا کہ ایک انبوہ کثیر دیوانہ وار بڑھا چلا آ رہا ہے اور جو قطعاً قابو سے باہر ہو چکا ہے، اور اس کی تعدادیں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

مسٹر بلٹ اسسٹنٹ کمشنر نے مجمع کو واپس جانے کی ترغیب دی لیکن نفار خانے میں طوطی کی آواز کون سننا تھا۔

لالہ گیان چند نے کانگریس کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ جب مسٹر پلومر نے مجمع سے منتشر ہو جانے کی اپیل کی تو مجمع ننگے سر اور ہتھکڑیاں لگا کر زمین پر بیٹھ گئے اور سینہ کو بی کرنے لگے، فوج اور پولیس کے سپاہی ہر طرح کے ہتھیاروں سے لیس گھوڑوں پر سوار راستہ روکے ہوئے تھے۔ مجمع کے کچھ لوگوں نے پاس ٹپرسے اینٹوں کے ایک ڈھیر سے اینٹیں اٹھائیں اور گھوڑ سواروں کے ماتنا شروع کیں۔ ایک سوار نے گولی چلا دی جس سے دو آدمی زخمی ہوئے جنہیں فرید بازار کے ڈاکٹر بشیر کے مطب میں مرہم پٹی کے لیے پہنچایا دیا گیا۔

مسٹر کونراکٹر اسسٹنٹ کمشنر نے لفٹیننٹ ڈکی اور ان کے آدمیوں کو گرفتار بلا دیکھ کر فائرنگ کا حکم دیا، مسٹر کونر (MR. CONNER) کا بیان ہے کہ مستقل مجمع قتل و غارت پر کمر بستہ تھا۔ اور کچلو اور ستیہ پال کی رہائی کا مطالبہ کر رہا تھا، ایک آدمی ہمارے ٹرھا، اس نے اپنا سینہ پیٹنے ہوئے کہا، ہمارے لیڈروں کو رہا کر دو ورنہ ہم مارنے مارنے کو تیار بیٹھے ہیں، ایک دوسرے شخص نے مسٹر کونر سے کہا۔

”حکومت کا وعدہ حکومت خود اختیاری دینے کا تھا۔۔۔۔۔ لیکن وہ دے رہی ہے گولیاں۔“



لیکن فائرنگ مسٹر کونر کے بیان کے مطابق نتیجہ خیز رہی۔ مگر پھر اشتعال بڑھا، لوگ اپنے لیڈروں کی گرفتاری اور فائرنگ کے نتیجہ میں مجروحین و ہلاک شدگان کی کیفیت دیکھ کر ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے، مسٹر جیکر گانگریس سب کمیٹی کا تاثر یہی ہے۔ اس مجمع ریلوے سٹیشن اور شہر کی طرف بڑھا، گورا فرج کے سپاہی جو پل پر متعین تھے یہ دیکھ کر شدید رورہ گئے کہ مختلف مقامات پر شہر آگ کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ دھواں اٹھ رہا ہے۔ شعلے بھڑک رہے ہیں۔ کرنل ہنری اسمتھ (سول سرجن) موتیا کا ایک آپریشن جیلی ہسپتال میں کر رہے تھے کہ ان کا اسسٹنٹ آیا اور اس نے حالات کی اطلاع دی۔ ایک

منٹ میں آپریشن سے فارغ ہو کر انہوں نے قون اٹھایا۔ یہی لائن کٹی ہوئی تھی۔ وہ موٹر ایمبولینس میں بیٹھ کر مشن ہسپتال پہنچے اور وہاں سے انگریز اور ہندوستانی عیسائی عورتوں کو لے کر کینیاں جنگلے میں پہنچا آئے، راستے میں ایک مشن سکول نظر پڑا جس سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

دو انگریز عورتیں شہر میں رہ گئی تھیں، اور خوش قسمتی سے زندہ بچ گئیں لیکن ان میں سے ایک خطرناک طور پر زخمی ہوئی۔

بہت سے انگریز پیٹے گئے، کئی مار ڈالے گئے۔

مشغول اور حواس باختہ جمع نے فیشنل بینک کو لوٹ لیا اور آگ لگا دی، بینک کے انگریز مینیجر اور ان کے اسسٹنٹ مسٹر اسٹیوارٹ اور مسٹر اسکاٹ سفاکتہ طور پر مار ڈالے گئے۔

لائسنس بینک پر حملہ کیا گیا، اس کے مینیجر مسٹر نغامن نے پستول سے اپنی مدافعت کی، وہ بالکونی سے بڑک پر کود گئے، جہاں لوگوں نے انہیں پکڑ لیا اور بینک کے فرنچیز بریٹنی کا بیل چھڑکا، اور انہیں اس میں ڈال کر آگ لگا دی۔ بینک کی عمارت اس لیے نہیں جلائی گئی کہ ہنٹر کمیٹی کے مطابق وہ ایک ہندوستانی کی ملکیت تھی۔

یہی حشر چارٹرڈ بینک کا ہوا۔

یہ تینوں بینک کو توالی سے نفوڑی دور واقع تھے، پولیس صرف تماشائی

بنی رہی ۔

خان صاحب احمد جان ڈپٹی سیرٹنڈنٹ جو تیس سال کے ملازم سرکار تھے ۔ اور محمد اشرف خان سٹی انسپکٹر جن کی مدت ملازمت ۲۵ سال تھی انہی جگہ سے پہلے تک انہیں بلکہ اپنی آنکھوں دیکھنے انہوں نے جمع کو ٹائون ہال بھی خاک کا ڈھیر کر لے دیا جو کوتوالی سے ملا ہوا تھا ۔ ہنٹر کمیٹی نے ان دونوں پولیس افسروں کے رویہ پر سخت نکتہ چینی کی ہے ۔

مجمع کو ٹوالی کے پاس سے ہندو مسلم اتحاد زندہ باد ، افسستہ پال اور کچیلو کو رہا کرو کے نعرے لگاتا ہوا گنرا ۔ پولیس نے اسے روکنے کی ذرا کوشش نہ کی ۔ تیس ہزار کا مجمع خلاف قانون جب ریوس کر اسنگ سے جیچے دھکیلا گیا ، تو شہر کے مختلف علاقوں میں پھیل گیا ۔ مسٹر ارونگ کے بیان کے مطابق یہ تشدد دیر پہر طرح سے اترا ہوا تھا ۔ ایک گروہ شہر کی طرف مڑ گیا ۔

ایک ٹولی نے ریوس گڈس یارڈ کا رخ کیا ، دوسرا جتھہ تار گھر کی جانب بڑھا ۔ اگرچہ فوج کی جمعیت میں اضافہ ہو گیا تھا لیکن مجمع نے تار گھر کو تہ و بالا کر ڈالا ۔ اور مسٹر انسن کو قتل کر دیا ۔ جو صرف ایک چھتری سے مسلح تھے ۔

لالہ جیون لال سی آئی ڈی انسپکٹر کا کہنا ہے کہ مجمع کے لوگ بیچ رہے تھے ۔ انگریزوں نے ہمارے آدمیوں کو مارا ہے ، ہم انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے تاراد ٹیلیفون کے تمام تار کاٹ ڈالے گئے تھے ۔ کئی ٹرمینس پٹری سے تار دی

گئیں۔ اور ریلوے کے متعدد گودام لوٹ لیے گئے۔

اسی اثنا میں ایک بہت بڑا مجمع پل کی طرف بڑھا، مسٹر اردنگ اور مسٹر پلر فرجیوں کو لے کر فوراً وہاں آپہنچے اور مجمع سے منتشر ہونے کو کہا۔ شہر کے دو وکیل میر مقبول محمود اور گردیال سنگھ سلا ریا بھی مجمع سے درخواست کرنے آئے اور پوچھنے لگے۔ لیکن مسٹر سلا ریا کے بیان کے مطابق بغیر کسی وارننگ کے مجمع پر فائرنگ شروع کر دی گئی، بالاکھ یہ لوگ اپنے مقتولین و مجروحین کا مطالبہ کر رہے تھے کہ انہیں لے کر جائیں گے، وہ اور میر مقبول محمود محض ایک معجزہ تھا کہ بچ گئے۔ میر مقبول محمود گامیاں ہے فائرنگ سے جمع تتر بتر ہو گیا، لیکن کہا گئے ہوئے لوگوں پر بھی فائرنگ کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ چنانچہ بہت مقتولین کی پیٹھ میں گولیاں لگی تھیں، مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ یہ فائرنگ قطعاً نا واجب، غیر ضروری اور سفاکانہ تھی، اگر گولیاں پاتوں پر چلائی جائیں تو بھی مجمع بڑی آسانی سے منتشر ہو جاتا۔ یہ لیکن ہنٹر کیٹی اس فائرنگ کو بھی جائز قرار دیتی ہے۔

۱۔ بہت قابل اور ذہین انسان تھے۔ اسمبلی کے ممبر رہے۔ بعض ریاستوں میں وزیر رہے۔ تقسیم ہند تک ایوان والیان ریاست (ریسنر جیر) کے سکریٹری رہے۔ تقسیم ہند کے بعد کراچی میں کاروبار شروع کیا۔ ۱۹۴۷ء میں ہوائی جہاز کے ایک حادثے میں ہلاک ہو گئے۔ — سردار شوکت حیات خاں ان کے داماد ہیں۔ (مترجم)

میر مقبول محمود کا بیان ہے :-

”یہ ایک معجزہ تھا کہ بیماری جان سلامت رہ گئی۔ میں اب بھی اس سائے پر قائم ہوں کہ اگر حکام نے ذرا تحمل سے کام لیا ہوتا تو ہم جمع کو پیر امن طور پر واپس کرنے میں کامیاب ہوجاتے۔“

سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ حکام نے گائیک کا کرنے سے پہلے ایمبولینس کار یا فٹ ایڈ کا کوئی بندوبست نہیں کیا، کئی مجروح مرتے سے بچ جاتے اگر بروقت انہیں طبی مدد مل گئی ہوتی۔

”کئی لپ مرگ زخمیوں کے منہ میں پانی ڈالتے ہوئے بڑے جھوٹکار اور دل دوز واقعات میری نظر سے گزرے!“

نوائے رنگ • تیرپتی ہوئی لاشیں
پیشے کے ہوئے جسم • بہتا ہوا انسانی خون

یتا کر دہخوشِ سحرِ بجاک و خونِ غلطیدن
خوارِ محبت کنایاں عاشقانِ پاکِ طہیت را

تماشہ

قیامت کی گھڑی قریب آرہی تھی ۔ !
قریب تر آتی جا رہی تھی !
وہ گھڑی جسے خون آشام ڈائمنڈ نے " ایک بہت بڑا تماشہ " قرار دیا تھا ۔
یہ تماشہ شروع ہو رہا تھا !
انسانی خون کی ارزانی کا تماشہ !



۱۰۔ اپریل کو جالندھر میں جنرل ڈائٹر کو ہم نیچے سہ پہر کے وقت خفیہ پیغام ملا کہ مسلح فوجی دستے اسلحہ اور طبیار سے فوراً امرتسر بھیجے جائیں۔
 سوا پانچ بجے مزید اطلاع جنرل ڈائٹر کو بذریعہ ٹیلیگرام بھیجی گئی کہ کشت و خون، بڑے آتش زنی، لوٹ مار اور قتل کا بازار امرتسر میں گرم ہے اور انگریز بد رفتہ ستم پلئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ جنرل ڈائٹر نے مطلوبہ امداد سے زیادہ فوجی مدد جالندھر سے امرتسر بھیج دی۔

لیکن کچھ ہی دیر بعد جنرل ڈائٹر کو بذاتہ خود امرتسر جانے کا حکم دیا گیا اور تاکید کی گئی کہ بجائی امن کے سلسلے میں جو کچھ مناسب سمجھیں کریں۔

”ایک بہت بڑا تماشہ بس شروع ہونے والا ہے؟ جنرل ڈائٹر نے اپنے پیشے کی پیش گوئی آؤں ڈائٹر سے کہا۔ پھر رات کے وقت تاکید کی: اپنی ماں اور گھر والوں کا خیال رکھنا!“

۱۱۔ اپریل امرتسر میں خیریت سے گزر گئی، صبح صبح ڈپٹی کمشنر کو اطلاع ملی کہ ایک بڑا مجمع مقتولین کی لاشوں کی تجھیز و تکفین میں شروع ہونے کے لیے بڑھتا جا رہا ہے۔

ڈپٹی کمشنر نے میٹر قبول محمود اور مسٹر یاسین سے اسٹند عالمی وہ اس اجتماع کو باخبر کر دیں کہ ایک لاش کے ساتھ چار آدمیوں سے زیادہ نہیں جاسکتے۔ کانگریس کی تحقیقاتی سب کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے میٹر قبول محمود نے کہا۔

”ہم نے ڈپٹی کمشنر کے حسب ہدایت مجمع کو اس کا پیام پہنچا دیا، لیکن لوگوں کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا یہ ایک مذہبی معاملہ ہے۔ ہم مجمع کے چند نمائندوں کو لے کر ڈپٹی کمشنر کے پاس واپس آئے۔ اور ساری صورت حال واضح کر دی۔ صاحب بہادر بہمنہ غصے میں تھے اور فوراً غصہ سے ان کا سارا بدن کامپ رہا تھا، انہوں نے چیخ کر کہا۔

”زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں، ہمارے لوگوں کی لاشیں جل کر کوئلہ ہو گئی ہیں۔ ہم نے انگریز مقتولین کے لیے اظہارِ افسوس کیا اب تودہ اور زیادہ چراغ پا ہو گئے اور دھاڑ کر کہنے لگے۔

”اب ہمیں افسوس ہے، حالانکہ ہمیں اس وقت مناسب ہونا چاہیے تھا جب تم اپنے اجتماعات میں شریک ہو رہے تھے اور وقت آتے والا ہے جب تم

واقعی متاسف نظر آؤ گئے !

ہم نے نرم لہجہ میں چاہیہ دیا۔

”ہم نے کسی اعتقاد اجتماع میں نہ شرکت کی، نہ اس سے مطالبہ کیا۔ اور وہ اس چلے آئے۔ کرنل سمیت اس موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے رائے دی کہ مجمع منتشر کرنے کی بہترین تدبیر یہی ہے !“

ڈاکٹر محمد عبداللہ فوق نے اپنے بیان میں کہا۔

”سب پر کوثرستان اور عثمان بھٹی میں لاشیں ٹھکانے لگادی گئیں۔ لوگ بدستیر ہم سے کہ قومی شہیدوں کے آخری رسومات ادا کرنے میں بھی وہ آزاد نہیں ہیں !“

مکشنہ کیمپ (KITCHEN) اگر تسمیہ آگئے تھے۔ اب انہیں اطلاع

ملے کہ ان کے مابین آبادی پر پولیس کے لائن کاٹ دی گئی ہے۔ مال گاڑیاں پٹری سے اتار دی گئیں ہیں۔ گورداسپور اور دہادی والی ٹینڈیکرافٹ لائن منقطع کر دی گئی ہے۔ دیہاتیوں سے بچا ہوا مجمع شہر کی طرف لوٹ مار کے لیے بڑھ رہا ہے۔

کشنر نے ہنڈر کیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا۔

”ہمارا یہ جاننا صبر ان حالات میں سے چھٹکارا تھا۔“

حکومت کی طرف سے فوج ناکے ناکے پر متعین کر دی گئی۔ اور اسے یہ ہدایت کی گئی کہ اگر بارہ آدمیوں سے زیادہ کہیں مجتمع نظر آئیں تو فوراً گولی سے مار دیا جائے۔

شام کو ڈاکٹر بشیر کے مکان پر ایک بڑا اجتماع ہزاروں آدمیوں کا ہوا ڈاکٹر فوق کا بیان ہے شہر سے باہر انگریزوں کی حکومت تھی اور شہر کے اندر ہندو مسلم راج تھا۔

جنرل ڈائریجبر انٹرنس پیچھے تو مسٹر ارونگ نے صاف صاف کہہ دیا، جانتا تھا کہ اسے قتل ہو گا۔ باہر ہر جگہ ہیں۔ اب آپ بھی سنبھالیے۔ انہوں نے نظم و سن کا پارچہ لے لیا۔ ان کے پاس ۵۰۰ انگریز سپاہی، اور ۱۰۰ ہندوستانی سپاہی تھے اور ڈیرہ لاکھ کی آبادی رکھنے والا شہر آبادہ بنا دیا تھا۔

ساتھ سے بارہ بجے رات کو جنرل ڈائریجبر سپاہیوں کے ساتھ کوتوالی پہنچے اس وقت کوئی جمع نہیں تھا، لیکن عمارتوں میں بھاگ لگائی گئی تھی وہ اب تک ساگ رہی تھی۔

دوسرے دن صبح کو جنرل ڈائریجبر نے اعلان کر دیا کہ ہر شخص کسی عمارت کو نقصان پہنچائے گا یا قانون شکنی کرے گا، یا جیلوس اور جیلوس میں جمد لے گا، اس کے

امرت سر کے روزنامہ چنگ (CHANG DIARY) کے مطالعہ سے

معلوم ہوتا ہے کہ :-

۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو غارتگ کے بعد مجمع منتصر ہو گیا۔

۱۹۵۰ء واؤنڈ جلائے گئے۔

۱۱۰۰ کے قریب منتقل و مجروح ہونے لگے۔

شہر پر خاموشی طاری تھی، اور اس رات جب جنرل ڈائرن نے گفت کیا تو ایک

متنفس بھی نہیں دکھائی دیا۔ اور یہ ممکن کس طرح تھا کہ کوئی متنفس دکھائی دیتا۔

کیا قبرستان میں زندگیاں چلتی پھرتی دکھائی دے سکتی ہے؟ کسی دیرانے

میں وہ رونتی کہاں ہو آبادی میں منتقل آتی ہے؟

اور ڈائرن اس شہر کی آبادی کا احصایا کرنے پر تلا تھا۔!

ڈائرن جو رگم کرنا نہیں جانتا تھا۔!

ڈاکٹر صاحب اپنے وطن میں نہ رہ سکے، چونکہ پاکستان کے مخالف تھے لہذا لاہور کے

بجائے دہلی جا کر رہیں گئے، گھر چھوٹا، سارو سامان لٹا، لیکن کانٹولیس نے خبر بھی نہ لی۔

دو سال پہلے دہلی میں انتقال ہو گیا۔ انتقال کے بعد تعزیت کے لئے جواہر لال نہرو

ڈاکٹر صاحب کے غریب خانے پر چڑھنا کے لئے تشریف لائے گئے تھے۔

گشتہ غمزدہ خود را بر منسا ز آمدہ!

(مترجم)

مارشل لا

امرتہ ہر کے ستے شہریوں پر گولی چلانے، اور انہیں خاک و خون میں تر پانے
 کے بعد بھی، خون آشام ڈائریکٹری نہیں ہوئی،۔
 وہ ابھی اور ظلم توڑنا چاہتا تھا!
 اسی نے تلوار میان میں کر لی تھی، لیکن کوڑا اس کے ہاتھ میں تھا۔
 وہ کوڑے سے تلوار کا کام لینا چاہتا تھا۔





یوں تو جلیان والا باغ کے المیہ کی اطلاع لاہور فوراً ہی پہنچ گئی تھی لیکن
 پھر اپریل کو مسٹر ویٹمن (MR. WAYTHEN) پرنسپل خالصہ کالج امرتسر اور
 مسٹر جیکب آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر امرتسر کا خط لے کر لاہور وارد ہوئے، سر اوڈائر
 اور مسٹر کیچن نے ساتھ ساتھ دو اشتیاق سے بے بس ہو کر اسے پڑھا، مسٹر
 اردوٹک نے لکھا تھا۔

حکم امتناعی کے باوجود جلیان والا باغ میں جلسہ عام کا اعلان
 کیا گیا۔ جنرل ڈائر نے کہا۔ میں اس جلسے میں جاؤں گا، میرا
 خیال تھا اول تو یہ جلسہ ہوگا نہیں اور اگر ہوا بھی تو آسانی سے
 منتشر ہو جائے گا، لہذا میں جنرل سے اجازت لے کر قلعہ چلا
 گیا۔ وہاں مجھے کچھ دیر بعد پتہ چلا کہ جلسے میں پانچ ہزار سے
 زیادہ لوگ موجود تھے، اور بغیر کسی انتباہ کے فوج نے بے تحاشہ
 گولی چلائی۔ جس کا سلسلہ دس منٹ تک جاری رہا، اور تقریباً
 دو سو آدمی ہلاک ہوئے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں موقع واردات
 پر موجود نہ تھا لیکن یہ کسے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جمع کو منتشر کرنے
 کے لئے زیادہ سے زیادہ سختی کی گئی، اس کا رزوائی کا میں تصور

بھی نہیں کر سکتا تھا !



پنجاب کے لفٹیننٹ نے جنرل ڈائری کے اس اقدام پر کسی طرح کا اظہار خیال نہیں کیا، لیکن ہنزہ کیٹی کے سامنے انہوں نے کہا۔

یہ موقع بحث و اعتراض کا نہ تھا، میں نے جنرل ڈائری کے اقدام کو سراہا۔ اس طرح انہوں نے نہ صرف امرتسر کو باغیوں سے بچا لیا تھا بلکہ بغاوت کی بھی فرو کردی تھی۔



۱۳ اپریل کو جنرل بینن (BEYNON) اور چیف جسٹس ہائی کورٹ ممبئی ریگیٹن (SIR HENRY RATTIGAN) سے مشورہ کرنے کے بعد لفٹیننٹ گورنر مرہٹل اوڈائری نے حکومت ہند سے بذریعہ وائس مائرشل لارنا فز کرنے کی اجازت طلب کی جو فوراً دے دی گئی اور پنجاب میں مارشل لارنا فز کر دیا گیا۔

۱۹۳۵ء میں مرہٹل اوڈائری نے انکشاف کیا کہ ۱۲ اپریل ۱۹۱۹ء کو شملہ سے وزارت داخلہ کے ایک ذمہ دار افسر نے فون پران سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا۔

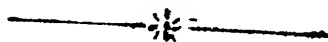
”اگر فائرنگ کرنا ہی پڑی تو وہ مثالی ہوگی !“



گوجرانوالہ کے حالات بھی امرتسر کی طرح قابو سے باہر ہو گئے مگر فوج
انٹی تعداد میں نہ تھی کہ بھیجی جاسکتی۔ چنانچہ سٹے یہ ہوا کہ تین طیارے بھیجے جائیں
اور یہ شورش پسندوں پر مشین گن چلائیں، بمباری صرف اس وقت کی جائے،
جب ناگزیر ہو جائے۔

کیپٹن کاربیری (CARBERRY) پہلا طیارہ سہ کراڑے۔ انہوں نے
ایک مجمع پر دو بم پھینکے، پھر نیچی پرواز کرتے ہوئے مشین گن چلائی۔
ہلاک شدگان میں ایک عورت بھی تھی اور ایک بچہ بھی۔ کچھ آدمی زخمی بھی
ہوئے۔

ہنٹر کیٹی نے اس بمباری کا ردوائی کو حائن قرار دیا، کیونکہ اٹکریزوں کی جان
بچانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی۔
۱۶ اپریل کے بعد نہ کوئی بلوہ ہوا، نہ کہیں فائرنگ کی گئی، جلیانوالا باغ
کے واقعہ نے بمباری شورش ختم کر دی تھی۔



ہنٹر کمیٹی کے سامنے گواہی دیتے ہوئے، سرما مکمل اوڈائر لفٹیننٹ گورنر
نے کہا۔

» یہ بات بغیر کسی تامل اور تذبذب کے میں کہہ سکتا ہوں کہ جنرل ڈائر
کا یہ اقدام ————— جلیان والا باغ میں فائرنگ —————
بقاوت (اور غدر کو بھی) کچلنے میں فیصلہ کن ثابت ہوا!
ورنہ نہ جانے کیا ہوجاتا

۱۔ اس وقت تک قاعدہ یہ تھا کہ صرف پریسڈنسی کا حاکم اعلیٰ گورنر کہلاتا تھا۔
باقی صوبوں کے حکمرانوں کو ”لفٹیننٹ گورنر“ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔
پریسڈنسی چار تئیس سارے ہندوستان میں۔

(۱) برما

(۲) بنگال

(۳) بمبئی

(۴) مدراس

برما اس وقت تک متحدہ ہندوستان میں شامل تھا۔
(مترجم)

مارشل لائیں لوگوں پر کیا گزری!

اب امرتسر میں مارشل لا نافذ تھا!

فوجی راج!

انگریزی فوج کا راج!

اس راج میں وہ رہی سہی کسر بھی پوری کر لی گئی جو فائزرنگ کے وقت باقی رہ

گئی تھی!

جوش انتقام عروج پر تھا۔

اور انتقام لینے کا بہترین طریقہ تھا مارشل لا!



۱۵ اپریل سے انٹرنیشنل مارشل لا نافذ ہو گیا، جنرل ڈائمر ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے۔

ہنٹر کمیٹی نے سخت الفاظ میں جنرل ڈائمر کے اس حکم پر تنقید کی ہے جس کی رو سے ایک خاص گلی میں لوگوں کو رینگ کر چلنا پڑتا تھا۔

جنرل ڈائمر نے ایک حکم صادر کیا تھا کہ کوچہ کو درمیاں والا بند کر دیا جائے، مس شیرڈ کو ایک مجمع نے برسی طرح زد و کوب کیا تھا۔ اور جب انہوں نے پناہ لینے کے لیے ایک گھر میں داخل ہونا چاہا تو اس کے دروازے بند کر دیے گئے اور کسی نے ان کی مدد نہیں کی۔

یہاں ایک کٹھن ان لوگوں کے لیے بنایا گیا، جنہیں ان کے تازیانہ دینا تھی اور جو اس حادثے کے ذمہ دار تھے۔ فوجی پرہ گلی کے ہرننگٹ پر بٹھا دیا گیا اور حکم دیا گیا جو یہاں سے گزرنا چاہے وہ رینگ کر گزرے، چند روز بعد لفٹیننٹ گورنر کی مداخلت پر یہ حکم واپس لے لیا گیا۔ اس سروسے میں چالیس سچاں آدمی بہ ننگ گوارا کر چکے تھے۔

کانگریس کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے، کنصیا لال نے کہا۔ مجھے ہندوؤں کے کندے مار مار کر پیٹ کے بل رینگنے پر مجبور کیا گیا،

میں سانس لینے کے لیے رک جاتا تو پھر بیٹائی ہوتی۔ بوڑھوں اور
اندھوں اور پابجوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ بھنگیوں نے
آنا چھوڑ دیا تھا لہذا یہ گلی گندگی کا پٹا رہ بن گئی تھی، یہاں کسے رہنے
والے لوگ ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے کے لیے بھی باہر نہیں
جاسکتے تھے۔

ڈاکٹر کے اس فعل کو داسرا بے ہند لاڈ چیمبر فورڈ نے بھی سخت ناپسند کیا تھا۔
اور حکومتِ ہند نے اسے ”نامناسب“ قرار دیا تھا۔

لاہور اور امرتسر وغیرہ کے یورپین یقین رکھتے تھے کہ ان کے قتل عام میں
کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ وہ صرف جنرل ڈاکٹر تھا جس نے اپنے بروقت اقدام
سے انہیں بچا لیا۔

اور یہی وجہ تھی کہ فرنگی سامراج کے ملاحوں نے فرنگیوں سے زیادہ جنرل ڈاکٹر
کو سراہا اور مانا !

جنرل ڈائمر سے سکھوں کی عقیدت

یہ عجیب و غریب تاریخی حقیقت عبرت ناک بھی ہے اور سبق آموز بھی کہ سیمپ
سے زیادہ نقصان انگریزوں نے سکھوں کو پہنچایا، لیکن سکھ ہمیشہ ان کے عقیدت
کیش، نیاز مند اور فدائی بنے رہے۔

مسٹر (RUPERT FURNEAUX) نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔
جنرل ڈائمر نے سکھوں کو اپنا اتنا زیادہ گرویدہ بنا لیا تھا کہ گولڈن ٹمپل
میں اس کے لیے ایک خاص تقریب منعقد کی گئی اور اس سے
درخواست کی گئی کہ وہ سکھ مذہب قبول کر لے لیکن اس نے کہا
کہ نہ میں بال بڑھا سکتا ہوں نہ تمباکو نوشی ترک کر سکتا ہوں اسے

ان قیود سے بھی مستثنیٰ کر دیا گیا۔ اس نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور خاموش ہو گیا۔

بعد میں جب حکومت ہند اور حکومت افغانستان کے مابین جنگ کا امکان پیدا ہوا تو بعض سکھ لیڈروں کی طرف سے دس ہزار سکھ سپاہیوں کی اس شرط کے ساتھ پیش کش کی گئی کہ ان کا سپہ سالار جنرل ڈائر ہو۔

اکہین ڈائر سے سکھوں کی یہ عقیدت مسلم دشمنی پر تو مبنی نہیں تھی!

قصور ڈھونڈ کے پیدا کیسے جیسا کہ

حقیقت اور امر واقعہ یہ ہے کہ ڈائری نے جو دستم، سفائی اور خون آشامی
 درندگی اور بہیمیت کا مظاہرہ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا،
 اس نے دنیا کو بتا دیا کہ انسان جیب جامہ انسانیت انا دیتا ہے تو وہ
 درندوں سے کہیں زیادہ آگے بڑھ جاتا ہے۔
 بلکہ درندے بھی اس سے شرمانے لگتے ہیں !



ہر حال بلوہ، لغات، شورش جو کچھ بھی نام رکھا جائے ختم ہو گئی، بلکہ کچھ
 دی گئی، لیکن ابھی خطا کاروں کو سزا دینے کا کام باقی تھا۔
 کانگریس سب کمیٹی کے سامنے جو بیانات دیے گئے، ممکن ہے وہ مبالغہ
 آمیز ہوں، اس لئے کہ وہ حدودِ رجسٹر سفاکانہ مظالم کی نشان دہی کرتے ہیں۔
 لیکن خود منظرِ کمیٹی نے اسے تسلیم کیا ہے کہ مارشل لا، حکام نے نہایت
 نامناسب، غیر انسانی اور وحشیانہ طریقے استعمال کیے۔ یہ کوئی دشمن ملک
 نہ تھا جسے فتح کیا گیا ہو۔ اپنا مقبوضہ تھا۔ یہاں مارشل لا کا استعمال اس طرح
 ہونا چاہیے تھا کہ کم سے کم تلخی اس کے بعد باقی رہتی۔

سنارے تازیانہ کی تفصیل جو مارشل لاء کے تحت دی گئی ہے

لاہور	۸۰
قصور	۸۵
گوٹہ والا	۶۰
گجرات	۳۲
امرتسر	۳۸

شروع شروع میں سزارے تازیانہ مجمع عام میں دی بھاتی تھی لیکن والٹر سزارے کی مداخلت سے بند کر دی گئی۔

۵۸۱ لوگوں پر بغاوت کے الزام میں لاہور میں مقدمہ چلا ۱۰۸۷ حکومت کی سزا ملی، ۲۶۵ کو جیس دوام بعبور دریا سزارے شور کا حکم ہوا، ۵ کو دس سال کی سزا دی گئی، ۸۵ کو سات سال کی باقی کو مختلف مختصر میعادوں کی، صوبائی حکومت نے ۲۳ لوگوں کی سزارے موت بحال رکھی۔ باقی کی سزائیں تخفیف کر دیں، جو کالے پانی سے لے کر پانچ سال تک کی سزا تھی۔

۱۹۱۹ء کے آخر میں بادشاہ کی طرف سے عفو عمومی کا اعلان ہوا، جس کے باعث بہت سے لوگ رہا کر دیے گئے۔ کئی مارشل لاء سزاروں پر سزا کی گئی تھی ان کے ظالمانہ رویہ کے خلاف سخت تنقید کی۔

قصور کے ایک سکول کے طلبہ پر پٹہ کر رہے تھے، انہیں سزارے تازیانہ دی

گئی کہ ان میں سے چھ لڑکے جو بڑے ہوں، چُن لیے جائیں اور انہیں بید مارے جائیں

ایک ہیڈ مین کو ایک درخت سے باندھ کر بندرہ کوڑے اس لیے مارے گئے کہ اس نے ٹیلیگراف تار کاٹنے کی اطلاع سڑکار کو کیوں نہیں دی۔ بعد میں معلوم ہوا جہاں یہ واقعہ ہوا تھا یہ ہیڈ مین وہاں کا سرے سے تھلہ ہی نہیں جن لوگوں کے مکانات کی دیواروں پر لاہور میں مارشل لا سے متعلق اعلانات چسپاں کیے گئے یہ ان کی ذمہ داری تھی کہ شب و روز چوکس چرکے دیکھتے رہیں کہ انہیں کوئی فوجیا یا سپاہی نہ آتا تو نہیں ہے ؟ بصورت دیگر ذلت آمیز سزا بھی انہیں دی گئی



کرنل جانسن نے ہنٹر کمیٹی کے سامنے اقرار کیا کہ دھرم کالج کے اساتذہ اور طلباء کو تین میل دوڑا کر دن بھر دھوپ میں اس لیے کھڑا رکھا گیا کہ وہاں مارشل لا کا پوسٹر بٹا دیا گیا تھا۔ ان سے جب یہ پوچھا گیا کہ کیا آپ نے کچھ طلباء کو ۷ میل دوڑا کر دھوپ میں بیدل چلایا تو انہوں نے احتجاج کیا: ”جی نہیں! سولہ میل!“ ملک محمد حسین نے تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے بیان کیا کہ ایک فوجی افسر نے انہیں مارا۔ اپنے آپ کو بچانے کے لیے انہوں نے اس کی ضرب ہاتھ پر روکی۔ اس جرم میں وہ گرفتار کر لیے گئے اور بنیں کوڑے لگائے گئے۔

میان اللہ بخش کا بیان ہے کہ جب مجمع عام میں بید کی سزا دی جاتی تھی، تو انگریز فروش ہوسہو کر چیختے تھے: "اور مارو، زیادہ زور سے کوڑا لگاؤ،" اور انگلش لیڈیاں مسکرا کر سزائے تازیانہ پانے والوں کی چیخیں سنتی تھیں۔
 قصور کے قریب ایک بارات کی بارات پکڑ لی گئی کہ اس نے کرفیو توڑا تھا۔
 اور سب کو سزائے تازیانہ دی گئی۔

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وحشیانہ اور ظالمانہ سزائیں دیتے
 میں صرف جبرل ڈاکٹر ہی فرد فرید نہیں تھے۔ ان کے رفقا بھی ان سے کم نہ تھے۔
 اور ایسا ہوتا بھی کیوں؟ درخت اپنے پھل ہی سے تو پہچانا جاتا ہے؟

ڈاکٹر: ایک ہیرو

امرت سرپس گولی چلا کر ڈاکٹر نے بہت بڑی خدمت انجام دی تھی،
انسانیت کی نہیں، برطانوی سامراج کی!
اور اس خدمت کے صلے میں اسے اپنی قوم کی طرف سے تبریک و تحسین
کے خلوص اور محبت سے بھرے ہوئے تحفے بھی ملے۔



لانگریس کی تحقیقاتی کمیٹی نے جلیانوالہ باغ کے حادثے کو اثرات و نتائج
کے اعتبار سے ”ڈرامائی، اور پکرا دینے والا قرار دیا ہے!“

سوال یہ ہے کہ ڈائریکٹ اقدام سے شورش پیدا کی یا کسی بغاوت کو کچلا ؟
 سرانکل اوڈائریکٹ نے اس شورش کا سلسلہ جنگ افغانستان دہائی ۱۹۱۹ء سے
 ملایا ہے۔ ان کے خیال میں یہ ایک منظم سازش تھی، جس کا مقصد افغان حملہ آوروں
 کا استقبال کرنا تھا، یہ "ماسٹر پلان" ڈائریکٹ نے ناکام بنا دیا۔
 لیکن جیسا کہ خود اوڈائریکٹ نے بتایا ہے ہنٹر کمیٹی نے پنجاب کی شورش اور
 حملہ افغانستان میں کسی طرح کا ربط ماننے سے انکار کر دیا۔

ڈائریکٹ کے سراغ نگار مسٹر کو لون (COLVIN) کا بیان ہے کہ ڈائریکٹ
 ۱۹۱۹ء میں جنگ افغانستان سے جب کامیاب واپس آیا تو کمانڈر انچیف سرچارلس
 مونرو (MONRO) نے اسے مبارک باد دی، جس میں اس کے افسر کے اقدام
 پر کسی طرح کی بد اعتمادی کا اظہار نہیں تھا۔ چونکہ اس کی قسمت خراب تھی لہذا سرچارلس
 مونرو نے اسے اس دن کی چھٹی دے کر تبادلہ آب و ہوا کے لئے ڈاھوزی جانے کی
 اجازت دے دی۔

۱۷ اگست کو ڈائریکٹ شملہ میں طلب کیا گیا جہاں سرچارلس مونرو نے اسے حکم دیا کہ وہ
 امرت سر سے متعلق ایک تحریری رپورٹ پیش کرے، اس سے اس کے دل میں
 کوئی شبہ نہیں پیدا ہوا کیونکہ پارلیمنٹ میں بیان جینیم ہوسے وزیر ہند مسٹر مانیٹگو
 نے بھی پنجاب کی شورش کو "بغاوت" سے تعبیر کیا تھا۔ لیکن ساتھ ساتھ آگ ٹھنڈی
 ہو جانے کے بعد فائرننگ کی تحقیقات کا وعدہ بھی کیا تھا۔

ڈائری اس کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ ٹائٹلنگ کے اقدام کو ایک طرف تو اتنا سراہا جائے گا، دوسری طرف اسے انداز کے مبالغیوں کو تحقیقاتی کٹھڑے میں کھڑا کر دیا جائے گا، یہ مسٹر کولون کے تاثرات ہیں، وہ مزید کہتے ہیں۔



”بہر حال اپنے اقدام و عمل پر مطمئن، ڈائری شملہ سے ڈھونڈی پہنچا اور رپورٹ تیار کرنا شروع کر دی۔ ڈائری کو پتہ بھی نہیں تھا کتنے طاقتور عناصر اس کے خلاف معروف چمد و عمل ہیں۔“

مسٹر لیونارڈ موسلے نے اپنی کتاب ”بحر طانوی راج کے آخری دن“ میں لکھا ہے۔

پنجاب میں مارشل لا دھمیں طرح نافذ ہوا اور جس طرح سینکڑوں جوانیں ضائع ہوئیں، اس نے ان لوگوں کو بھی جو برطانیہ کے دل سے وفادار تھے بدگمان کر دیا اور وہ سمجھنے لگے کہ ان کی جان کتنی بے وقعت ہے۔ وہ میٹر بکری کی طرح ہر وقت اپنے اتادوں کے ہاتھوں ذبح کیے جاسکتے ہیں۔ اس المیہ نے کانگریس میں ان لوگوں کو بھی پہنچا دیا جو کبھی ادھر کا رخ بھی نہیں کرتے تھے۔

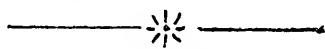
یہ بات حکومت، برطانیہ اور حکومت ہند نے بھی محسوس کر لی۔ چنانچہ عوامی جذبات کو ٹھنڈا کرنے اور روشے ہوؤں کو منانے کی تدبیریں سوچنی پڑیں۔ پھر یہ

بات، بھی تھی کہ ”مانیگوجیسفورڈ اصلاحات سیاسی“ کے نفاذ کا وقت قریب آ رہا تھا۔ جس کے لیے ہندوستانیوں کا تعاون درکار تھا۔

جنرل ڈائرنے ڈھوزی میں اپنی رپورٹ تیار کی۔ اس نے رپورٹ میں وہی باتیں لکھیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ڈائرنے اپنی رپورٹ میں اور بھی بہت سی باتیں لکھی تھیں، مثلاً -

”ہم میں شجاعت خوف کی شدت ہی پیدا کرتی ہے۔ میں نے اسی نقطہ نظر سے صورتِ احوال کا جائزہ لیا۔ میری فرض اور فوجی جبلت کا تقاضا یہ تھا کہ بے تاثر گولی چلا دوں، ایسا نہ کرتا تو ہماری حکومت ختم ہو جاتی اور ڈنڈا راج صوبے میں قائم ہو جاتا۔ سوال صرف یہی نہیں تھا کہ خلافِ قانون مجمع منتشر کیا جائے بلکہ فوجی نقطہ نظر سے ضروری تھا کہ حاضرین ہی کو نہیں ان کے باہر کے ہم نواؤں اور ہم خیالوں کو بھی سبق دیا جائے لہذا نا واجب تشدد کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، چنانچہ میرے اس اقدام کی توثیق و توصیف میں باشندگانِ پنجاب کی بڑی تعداد رطب اللسان تھی جو ہزار ہا ہزار پر مشتمل تھی۔ میرے اس اقدام میں تعجیل کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ میرے پاس سپاہی کم تھے۔ اگر میں مجمع کو سمجھانے کا موقعہ دیتا تو ہم خود جان سے ہاتھ دھو

بیٹھتے۔ اور پھر سارا ہندوستان آگ اور خون کی لپیٹ میں آجاتا
انگریزی میجسٹریٹوں، میونسپل کونسلروں اور شہر کے دوسرے
سربراہوں اور تاجروں نے میرے اقدام کی مدح و تحسین
کی اور کہا کہ اس طرح میں نے نہ صرف امرتسر کو، نہ صرف پنجاب
کو بلکہ سارے ہندوستان کو مکمل تباہی اور خونریزی سے بچالیا،



اپنی رپورٹ میں ڈائری نے مزید لکھا۔

» ۸ مئی کو یہ سلسلہ جنگ افغانستان میں اپنا اور پنچا، اگر اپریل
میں امرتسر اور پنجاب کا امن میں نے یہ زور قوت نہ قائم کر دیا ہوتا
تو مواعلات کا سلسلہ یکسر منقطع ہو چکا ہوتا؟

ڈائری نے یہ رپورٹ شملہ بھیج دی اور حالات کا انتظار کرنے لگا۔

وہ مطمئن اور بے فکر تھا۔

وہ ایک ہیرو بن چکا تھا، جس نے پنجاب کو بچالیا، اور ہندوستان کو ایک
دوسرے غدار سے محفوظ رکھا،

اس نے ثابت کر دیا تھا کہ لاکھوں ہتھیاروں، مٹی بھر مسلح سپاہیوں کا
بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔

طوفان کی آمد آمد

ڈائراپتی جگہ مطمئن تھا،
اسے اپنے کارناموں پر فخر تھا!
وہ انعام کا متوقع تھا!
لیکن حالات رفتہ رفتہ تبدیل ہو رہے تھے،
آسمان کی گردش ایک نئے — اور شایہ ہولناک بھی — طوفان
کی آمد آمد کا پتہ دے رہی تھی!



اکتوبر ۱۹۱۹ء کو حکومت کی طرف سے لارڈ منسٹر کی عداوت میں تحقیقاتی کمیٹی قائم ہوئی جس کے سات ممبروں میں ایک مسلمان (صاحبزادہ سلطان احمد) منتظم الدولہ، ایم اے کنٹیڈ، بیرسٹر ایٹ لاء، وزیر حکومت گوالیار، دہندو اور چار اٹھریز تھے۔

اسی اثناء میں ڈائریکٹری ٹیوٹی پر واپس آگیا۔ اور راولپنڈی کے قریب چکلالہ میں متعین ہوا۔

ایک ماہ کے بعد اسے پشاور تبدیل کر کے جبرود بھیج دیا گیا جس سے اس نے یہ نتیجہ — بقول اس کے سوانح نگار منسٹر کو لون کے — نکالا کہ کمانڈر انچیف کو نہ صرف اس پر اعتماد ہے، بلکہ وہ اس کے مشکور بھی ہیں۔

مرکزی مجلس قانون ساز میں ڈائریکٹ کے اقدام کے خلاف بڑی لے دے ہوئی لیکن ڈائریکٹ کے افسر اعلیٰ اور پنجاب کے لئٹیفنٹ گورنر، نیز سرکاری حکام

یہ صاحبزادہ آفتاب احمد کے بھائی تھے اور مہاراجہ گوالیار کے وزیر اور متمدن خصوصی۔ (مترجم)

والا مقام کی طرف سے برابر اس کے اقدام و عمل کو سراہا جاتا رہا، اور اس کے گون
گائے جاتے رہے کہ یہ وہی تھا جس نے ہندوستان کو ایک نئے عہد سے محفوظ
رکھا تھا اور پنجاب میں بغاوت برپا نہیں ہونے دی تھی۔
جب تحقیقاتی کمیٹی نقرر ہوئی تو بھی اسے اطمینان دلایا گیا کہ اس کو فکر مند
ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس کا ریکارڈ بالکل صاف ہے۔

قدرت کی چمکی جو بہت دیر میں چمکتی ہے
لیکن پارکس چمکتی ہے

یہ میں نے مانا کہ آج خیر مرا گلو بھی نہیں ہے گا
کمر میں قاتل کی تو بھی ظالم ہمیشہ لوٹتی نہیں رہے گا

قاتل کی سراسیمگی

بے شک ڈائرنے جو کچھ کیا تھا، اس کی تائید میں وہ اپنے پاس دلائل کا انبار بھی رکھتا تھا۔

اور اس کا خیال تھا کہ ان دلائل کے قبول کرنے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، ان کا توڑ کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔

لیکن جب وہ حکومت کی قائم کی ہوئی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے پیش ہوا تو اس پر اس سیمگی کی کیفیت طاری ہو گئی، وہ حوصلہ ہار گیا !



ہنٹر کمیٹی نے دہلی میں آٹھ دن تک شہادتیں قلم بند کیں، ۲۹ دن اس نے لاہور میں صرف سکیم، اور تین دن بمبئی میں، سرٹیکل اوڈائر جنرل ہٹسن اور سرٹریجیات خاں نے جو حکومت پنجاب کے پُر جوش حامی تھے، بند کرے میں گواہی دی، لیکن ان پر جرح پبلک طور پر ہوئی۔

۹ نومبر کو جنرل ڈائر کو کمیٹی کا سامنا لاہور میں کرنا پڑا۔ لیکن اس موقع پر حالات اتنے بدل چکے تھے کہ ایسے بارود مددگار تھا۔ بقول اس کے سوانح نگار کے نہ کوئی دوست نفاق نہ کوئی وکیل۔

جنرل بیٹن تک کسی حد تک تذبذب ہو چکے تھے جو اس کے افسر اعلیٰ تھے۔ پھر بھی انہوں نے اس سے کہا۔

”کمیٹی کے سامنے بیان دینے وقت محتاط رہنا، سچ بولنا، بحث و گفتگو میں نہ الجھ جانا، تمہیں بڑے ماہر اور زبردست تین ہندوستانی قانون دانوں سے

لے یونیسٹ پارٹی کے لیڈر ملک سرٹریجیات خاں ٹوانہ سابق وزیر اعظم پنجاب کے والد ماجد۔ (مترجم)

مقابلہ کرتا ہے۔

ڈائرنے جواب دیا۔

”مجھے کوئی اندیشہ لاحق نہیں ہے۔“

اور یہ کہہ کر وہ کمیٹی روم میں چلا گیا۔

اسے وکیل کر لینے کا مشورہ بھی دیا گیا تھا۔ لیکن اس نے اپنے کمپس کی خود

پیروی کرنے کو ترجیح دی۔

جنرل بیٹن کی رائے میں یہ تحقیقاتی کمیٹی نہ تھی مجلس انتساب تھی۔

سرماکل اوڈائرنے گواہی دینے کے بعد کہا۔

”میرے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو ایک مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔“

ڈائرنے کمیٹی کے سامنے جو تحریری بیان پیش کیا وہ اضطراب فکر کا ائینہ دار تھا

اس کی سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ اس کا شریک کاریر گس جو ہر مرحلے میں ساتھ

تھا بیمار پڑا تھا۔ اس سے کوئی مدد نہیں لی جاسکتی تھی۔ اور جب جرح کا وقت آیا تو

کمیٹی کے ہندوستانی ممبروں نے اس سے کئی ایسی باتیں اگلوالیں جو اس کے اور

اس کے بیان کے خلاف پڑیں۔

سرچین لال ستیلوا دنے سوال کیا۔

”آپ اپنے ساتھ دو آرٹو کاریں لے گئے تھے؟“

”جی ہاں جناب!“

”یہ کار میں مشین گن سے لیس تھیں؟“

”جی ہاں جناب۔۔“

”اور آپ کا یہ ارادہ تھا کہ ان مشین گنوں کو مجمع پر استعمال کریں گے؟“

”جی ہاں! بشرط ضرورت!“

”جب آپ جلسہ گاہ پر پہنچے تو اپنی آرمڈ کاریں اندر نہ رہے جاسکے کہ راستہ

تنگ تھا، کیا واقعی؟“

”جی۔۔“

”مذہب کی بجائے راستہ فراخ ہوتا اور آپ آرمڈ کاریں ساتھ ساتھ جاسکتے تو آپ

مشین گن سے فائرنگ کرتے نا!“

”یقیناً۔۔“

”اس صورت میں مقتولین و مجروحین کی تعداد یقیناً بہت زیادہ ہوتی۔۔“

”بلاشبہ!“

”اور آپ مشین گنیں صرف اس لئے نہ استعمال کر سکے کہ راستہ تنگ تھا؟“

”یہی سمجھ لیجیے۔۔“

”آپ مشین گن فوراً چھوٹ کر دیتے؟“

”جی ہاں۔۔“

”کیا آپ کا اس اقدام سے یہ مدعا نہیں تھا کہ نہ صرف امرتسر کو بلکہ پورے پنجاب کو دہشت زدہ اور ہراساں کر دیں۔؟“

”میرے مدعا کے لیے جو الفاظ چاہیے، استعمال کیجیے، بہر حال میں باغیوں کی حوصلہ شکنی کرتا چاہتا تھا۔؟“

”کیا برطانوی راج خطرے میں پڑ گیا تھا؟“

”جی نہیں، برٹش راج بہت طاقتور ہے اسے کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا، میں تو صرف یہ چاہتا تھا، غدر نہ برپا ہو۔“

ڈائریہ جرح کے ایسے پھندے ڈالے گئے کہ اسے یہ اقرار بھی کر لینا پڑا کہ جو لوگ زمین پر بیٹھ یا لیٹ گئے تھے ان پر بھی اس نے فائرنگ کرائی، اور زخمیوں کی امداد کا کوئی بندوبست اس نے نہیں کیا۔

پھر ڈائریہ کو نیڈرٹ جگت ٹرائن کی جرح کا سامنا کرنا پڑا۔

جگت ٹرائن نے ایسے نائیر توڑ سوالات کیے کہ ڈائریہ کو تسلیم کرنا پڑا کہ ۱۰ اپریل کے بعد امرتسر میں کوئی بلوہ یا ہنگامہ نہیں ہوا تھا جس سے لازمی تاثر یہ پیدا ہوا کہ ۱۳ کو اس نے جو فائرنگ کی وہ سراسر ناواقب اور غیر ضروری ہے۔

سہ بعد میں اودھ چیف کورٹ کے جج مقرر ہوئے۔ (مترجم)

صاحبزادہ سلطان احمد خاں کی جرح اور پے درپے سوالات سے بھی ڈانٹ کر وہ
پائیس ماننا پڑیں جو اس کے خلاف جاتی تھیں۔

اس نے بہت سے ایسے اعتراف کیے جو اس کے لیے نقصان دہ تھے
اس نے اعتراف کیا کہ وہ فائرنگ کے بغیر بھی جمع ٹنٹا کر سکتا تھا لیکن اگر
ایسا کرتا تو ہدف استہرا بن جاتا۔

اس نے یہ اقرار بھی کیا کہ اس نے جو منادی کرائی تھی وہ سب لوگوں تک نہیں
پہنچ سکی۔

اس نے یہ بھی تسلیم کیا کہ بغیر وارننگ کے اس نے فائرنگ کی اور دس منٹ
تک جاری رکھی کیونکہ مقدمہ سبق دینا تھا، دہشت پیدا کرنا تھا۔
وہ اس سے بھی انکار نہ کر سکا کہ فائرنگ اس نے مجبور ہو کر نہیں کی بلکہ
عمداً کی۔

کاسٹنگس تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ

ڈائریکٹر چالندہ واپس آگیا۔

دل گرفتہ و بدحواس، سراپا اضطراب!

اس کی بیوی سسخت بیمار تھی۔

اس کا محب صادق کیپٹن برگس وفات پا چکا تھا۔

خود ڈائریکٹر قان اور گھٹیا ہیں مبتلا تھا۔

عمر کی ۵۵ منزلیں اس نے بڑی شان سے طے کر لی تھیں۔ اور اب۔!

اس نے انگلستان جانے کے لیے چھ مہینے کی رخصت طلب کی۔

لیکن کمانڈر انچیف نے یہ درخواست مسترد کر دی، ساتھ ہی ساتھ اسے ۳۰ جنوری ۱۹۲۰ء کو دوسرا حکم ملا جس کی رو سے اسے ایک ڈویژن کا کمانڈر بنادیا گیا تھا۔ ہنٹر کیٹی کے سامنے پیش ہونے کے دو مہینے بعد یہ ترقی عطا ہوئی جس سے اس کے حامیوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ فوجی ہائی کمان کو اس پر اعتماد کامل ہے۔ لیکن فروری میں یہ ترقی ختم ہو گئی۔

۳۰ جنوری اور ۱۱ فروری ۱۹۲۰ء کے درمیان اس تغیر احوال کے اسباب کیا تھے؟ کمانڈر انچیف ان سوالات کی تاب نہ لا سکا جو المیہ امرتسر کے بعد ڈائر کی ترقی سے متعلق اس سے کونسل میں کیے گئے تھے۔

۱۔ والسٹرائے کی انٹیلیجنس کو کونسل کے دوسرے ممبروں کی طرح کمانڈر انچیف بھی مرکزی مجلس قانون ساز میں اپنے حکم سے متعلق سوالات کا جواب دینا تھا۔ یہ سلسلہ کم و بیش ۱۹۲۹ء تک جاری رہا۔ پھر ایک مرتبہ وٹل بھائی ٹیل (سر دار ٹیل کے بھائی) نے جو صدر مجلس قانون ساز تھے کمانڈر انچیف کو پٹیکارا، جس سے وہ بہت پر افروختہ ہوا۔ لیکن جب سر ٹیل نے کئی مرتبہ بحیثیت صدر کے اس کی نخواست کو لکھا تو وہ تاب نہ لا سکا اور اس نے اجلاس میں شرکت ترک کر دی۔ البتہ والسٹرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں بحیثیت ممبر کے شریک ہوتا رہا۔ پھر انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے ماتحت اسے نہ کونسل سے ہٹا دیا گیا، نہ اسمبلی سے! (مزید)

حکومت ہند میں سیاسی اصلاحات (مانٹیکو پیپورٹ رفرانس) کو کامیاب بنانے پر تلی ہوئی تھی۔ کچھ اس لیے اور کچھ پولیس کی بے محابا نکتہ چینی سے متاثر ہو کر ڈائری سے متعلق اپنا رویہ بدل دیا۔

اب ڈائری بالکل تنہا تھا، — بے یار و مددگار، کوئی اس کا پشت پناہ تھا نہ
شنا خواں۔

وہ جالندھر کے ہسپتال میں بسترِ علالت پر دراز تھا۔ اور نئے حالات کا متوقع اور منتظر کہ اور مارچ کو کمانڈر انچیف نے اسے دہلی طلب کر لیا لیکن ڈاکٹر نے سفر کی اجازت نہ دی۔

۲۲ اپریل کو پھر بذریعہ تار اسے طلب کیا گیا اور کمانڈر انچیف نے اسے حکم سنا دیا کہ وہ اپنے اعزاز سے محروم کیا جاتا ہے کیونکہ ہنٹر کیٹی نے اس پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے۔

ہنٹر کیٹی نے ڈائری کے خلاف جو فردِ جرم تیار کی تھی، اس کے دو پہلو سب سے زیادہ اہم تھے۔

ایک تو یہ کہ اس نے بغیر انتباہ کے فائرنگ کی،
دوسرے یہ کہ بھاگتے ہوئے لوگوں پر بھی دس ہینٹ تنگ فائرنگ جاری رکھی۔

اس سے کا ایک اور جرم کمیٹی کے نزدیک یہ تھا کہ اس نے ہنگامی حالات کا اعلان کیے بغیر یہ سب کچھ کیا۔
حکومت ہند نے بھی ہنٹر کمیٹی کے ان الزامات کو قبول کرتے ہوئے ڈاکٹر کو موردِ عقاب قرار دیا۔

ہنٹر کمیٹی نے دہلی، احمد آباد، وزیر آباد، لاہور، قصور، گوالیوالہ اور امرتسر میں ہونٹرنگ کی گئی تھی حق بجانب قرار دیا۔ لیکن جلیانوالہ باغ کی فائرنگ کو مجرمانہ قرار دیا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر کے علاوہ دوسرے فوجی افسروں پر بھی نکتہ چینی کی۔
انڈین نیشنل کانگریس کی تحقیقاتی کمیٹی نے اپنی رپورٹ ۲۰ فروری ۱۹۳۱ء کو شائع کی جس میں جلیانوالہ باغ کے قتل عام کو معصوم، بے گناہ اور نہتے لوگوں کے خلاف غیر انسانی اقدام قرار دیا۔ اور مطالبہ کیا کہ ڈاکٹر کے خلاف مقدمہ چلایا جائے۔ اور ڈاکٹر کے کو برخواست کر دیا جائے۔
بیرپورٹ ڈاکٹر کی زیرِ طرفی کے ایک ماہ قبل شائع ہوئی تھی۔

چرچل نے ڈاکٹر کو چلتا کر دیا

انگریز قوم نے چرچل سے بڑا سامراج پرست شخص شاید کوئی نہیں
بیدا کیا۔

وہ برطانوی سلطنت کی حفظ و بقا کے لیے ساری دنیا کو قربان کر سکتا تھا۔
ڈاکٹر کو چرچل نے تمام تر بے استعمال کر کے ہر طرف کرا کے دم لیا۔
شاید برطانوی سامراج کا بھلا اسی میں اسے نظر آتا تھا۔



۴ مئی کو ڈائریکٹریٹ پر جمع کیا گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے ملٹری سیکرٹری کو ایک خط لکھا کہ اس کے اقدام (فائرنگ) پر آرمی کونسل میں غور کیا جائے اور اجازت دی جائے کہ وہ خود اپنا کیس پیش کرے، اور مناسب سمجھے تو کسی وکیل کو بھی اپنے ساتھ لائے۔ فیلڈ مارشل سر ہری ولسن، چیف آف امپیریل جنرل سٹاف کی ڈائری ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی ہے، ڈائری میں مرقوم ہے۔

”ڈائری کیس مجلس وزارت کے سامنے پیش ہوا، وزیر جنگ مسٹر چرچل نے ۱۴ مئی کو یہ کیس آرمی کونسل میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ کابینہ نے اور انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ڈائری کو فوجی ملازمت سے برخواستہ کر دیا جائے۔ آرمی کونسل کو اس فیصلے سے اتفاق کرنا چاہیے، لیکن میری تجویز پر یہ مسئلہ دوسری میٹنگ تک کے لیے ملتوی ہو گیا۔ دوسری میٹنگ میں، مسٹر چرچل نے کہا، کابینہ کا قطعی فیصلہ ہے کہ ڈائری کو برخاست کر دیا جائے، لیکن میری تجویز پر یہ مسئلہ تیسری میٹنگ پر ملتوی ہو گیا، چرچل نے مان لیا کہ سردست کوئی کاروائی نہیں کریں گے۔ لیکن یہ بھی کہہ دیا کہ کابینہ کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ ڈائری کو رخصت کر دیا جائے۔“

۲۷ مئی کو حکومت نے سرکاری طور پر ڈائٹر کے اقدام کی مذمت کی، مسٹر نائیگونے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

جس موقع پر کم سے کم طاقت استعمال کر کے کام نکالا جاسکتا تھا، زیادہ سے زیادہ طاقت استعمال کی گئی جو فوجی نقطہ نظر سے بھی ناواقف اقدام ہے۔ لیکن برطانوی عوام اور اخبارات کے بڑے طبقہ نے ڈائٹر کو سراوا تحسین و آفرین اور اس کے اقدام کو سراسر بر محل اور موزوں قرار دیا۔ ہندوستان کے انگریز اخبارات نے بھی ڈائٹر کی پُر زور حمایت کی، اسٹیٹسمن ٹوسب سے آگے تھا۔

• • • • •

ڈائٹر اس وقت دورا ہے پر کھڑا تھا۔ ایک طرف زندگی تھی اور ایک طرف

”موت!“

آرمی کونسل کا فیصلہ

چرچل میں ایک بات ضرور تھی !
وہ جس بات کو صحیح اور درست سمجھ لیتا تھا اسے منوانے کے لیے، سر دھڑ
کی بازی لگا دیتا تھا۔
برطانیہ کی رائے عامہ ڈاکٹر کے ساتھ تھی، لیکن چرچل کا فیصلہ تھا کہ
اسے نرا ملنی چاہیے اور یہ فیصلہ بحال رہا۔



ڈاکٹر کی برطانیہ کے عوام اور اخبارات نیز ہندوستان کے انگریز اخبارات کے مداحانہ رویے سے ہمت بڑھ گئی۔ اس نے آرمی کونسل میں باقاعدہ اپنا مقدمہ پیش کیا اور بیان صفائی میں ہنٹر کیٹی کو مورد الزام قرار دیا اور تفصیل کے ساتھ اپنے اقدام کو موزوں، مناسب اور بر محل قرار دیا۔

سرجن لائی کو آرمی کونسل کے فیصلہ کا فڈ بیکسٹر وٹسٹن جی چل نے اعلان کیا، جو یہ تھا۔

”ڈاکٹر نے فیصلہ کرنے میں غلطی کی، اور اسے نصف تنخواہ

پنشن پر سبک دوش کیا جاتا ہے۔ اس تھر ریج کیساتھ کہ

اب کوئی فوجی منصب اسے نہیں دیا جاسکتا۔

حکومت کے اس فیصلہ کو برطانوی عوام نے پسند نہیں کیا۔ ووٹنگ پارٹی لائن پر ہوائی حکومت نے اس فیصلہ کی تصدیق تو کرا لی لیکن ۱۲۹ ممبروں نے اس کے خلاف رائے دی۔

اخبار مائزنگ پوسٹ نے ”نجات دہندہ ہند“ کے لیے ایک فڈ کھولا، اور بہت مختصر مدت میں ۲۴۳۱ پونڈ جمع کر لیے۔

ایک برطانوی جج نے اس مسئلہ پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا۔
 ”ڈاکٹر کا اقدام بالکل درست تھا اور اسے بہت غلط طریقے پر تنزیہ دی گئی۔“

پارلیمنٹ کے بعد مجلس امراء ہاؤس آف لارڈس، میں یہ مسئلہ زیرِ بحث آیا،
 یہاں ڈاکٹر کے طرف دار بہت تھے۔

لارڈ مسٹن نے ڈاکٹر کی حمایت میں طویل تقریر کی۔

مجلس امراء میں جب اس معاملے پر رائے شماری کی گئی تو معلوم ہوا کہ اسکی حمایت
 میں جن لوگوں نے رائے دی، ان میں ۸ ڈیوک، ۶ مارکیسس، ۱۳ ارل، ۱۰ اوئکاؤنٹ
 ۱۶ بیریون تھے، اس طرح یہاں کافی اکثریت سے ڈاکٹر کے حق میں فیصلہ ہوا۔

لیکن اس فیصلہ نے سارے ہندوستان میں کھلبلی مچادی، ایک مرتبہ پھر
 برطانوی راج کی صفائی اور برطانیہ کی استعماریت اور اس کی سامراجی ذہنیت کے
 خلاف زہرا نکلا جانے لگا۔

برطانیہ کے عوام اور خواص کا بہت بڑا طبقہ ڈاکٹر کے ساتھ تھا۔

نچ کا ایک طرفہ فیصلہ

قومی تعصب عدل و انصاف کے علم برداروں کو بھی چاہئے انصاف سے
منصرف کر دیتا ہے۔

برطانوی قوم کو اپنی عین چیزوں پر بہت زیادہ فخر و ناز ہے، ان میں ایک یہ چیز
بھی ہے کہ وہ عدل و انصاف کا راستہ کسی حالت میں ترک نہیں کرتی — یہ
دعویٰ یقیناً بجا اور درست ہے۔ لیکن اگر قومی مفاد، اور انصاف میں تصادم ہو رہا
ہو تو اسے انصاف کو ترک کر دینے بلکہ اسے الوداع کہہ دینے میں بھی کوئی نااہل نہیں
ہوتا۔

ڈائریکٹ سوانح نگار کا بیان ہے کہ۔

نومبر ۱۹۱۱ء میں ڈاکٹر سپر فالج کا پھر کاروٹری تھراپیوسٹس کا حملہ ہوا وہ بہت زیادہ کمزور اور نحیف ہو گیا۔ یہ بیماری شریٹن کی سختی کا نتیجہ تھی جس کے باعث حوالی قلب و دماغ میں خون کی روانی سست پڑ گئی۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جلیانوالہ باغ میں ڈاکٹر نے جو فائربنگ کی تھی وہ اس کی اعصابی کشیدگی کا نتیجہ تھی۔ ۱۹۲۳ء میں بھی وہ اتنا زیادہ طویل تھا کہ سمرائل اود ڈاکٹر نے سرسنگرن نائٹر کے خلاف آراء حقیثیت عرفی کا یہ مقدمہ ڈاکٹر کیا تھا اس میں وہ بطور گواہ تہ پیش ہو سکا۔

سرسنگرن نائٹر نے اپنی ایک کتاب ”گاندھی اور انارکھی“ میں ڈاکٹر اور اود ڈاکٹر کی سخت بھرتی تھی۔

اس مقدمہ کا فیصلہ صادر کرتے ہوئے مسٹر جسٹس میکارڈی (MECARDIE) نے ڈاکٹر کے بارے میں فرمایا۔

”میرا خیال ہے، اور تمام شہادتوں اور حالات کو سامنے رکھ کر میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ نہایت نازک اور غیر معمولی حالات میں جنرل ڈاکٹر نے جو کچھ کیا بالکل درست تھا۔ اور میری رائے میں اسے نہایت غلط طریقے پر سزا دی گئی۔ یہ میرا نقطہ نظر ہے

اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان تمام حالات کا جائزہ لے کر اور ان تمام تفصیلات کو سامنے رکھ کر جو ہنڈیکٹی کے رویہ و نہیں پیش ہوئیں۔ میں نے یہ رائے قائم کی ہے۔“

”یہ فیصلہ سنگر۔ سر اوڈائر کا بیان ہے۔ عدالت کے جملہ حاضرین یہ فوشی کی لہر دوڑ گئی اور یہ محسوس کیا جانے لگا کہ پانچ سال کی مظلومیت کے بعد آخو کار حق کو فتح نصیب ہوئی، برطانوی انصاف ظفر مند ہوا، اور ایک بدترین غلطی کی تلافی ہو گئی لیکن یہ سب کچھ بہت بعد از وقت ہوا، جنرل ڈائر کی صحت برباد ہو چکی ہے، وہ اب ایک خستہ اور ماندہ انسان ہے۔“

ڈائر نے ڈائر کی بیوی کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے لب گورنور کو یہ خوشخبری سنا دے۔

اس مسئلہ کو پھر پارلیمنٹ میں اٹھانے کی کوشش کی گئی لیکن مسٹر ریمزے۔ میکڈانلڈ نے اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے سے انکار کر دیا۔

ڈاٹر کی موت اور ڈاٹر کا قتل

۲۳ جولائی ۱۹۷۲ء کو جنرل ڈاٹر کا انتقال ہو گیا۔

سوائیکل اور ڈاٹر جو ڈاٹر کے سب سے بڑے مرتبی اور قدر شناس تھے۔

۱۳ سال بعد ۱۹۸۵ء کو ایک قاتل کی گولی کا نشانہ بنے،

قاتل کا نام اودھم سنگھ تھا۔

اس کی دوسری گولی نے وزیر ہند لارڈ ٹیلینڈ کو زخمی کیا۔ بمبئی کے سابق گورنر

لارڈ لینکلن اور سر لوئیس ڈیمن سابق لفٹیننٹ گورنر پنجاب کو بھی زخم پہنچے،

یہ واقعہ لندن کے کسٹن ہال میں پیش آیا، جہاں ایٹ انڈیا ایسوسی ایشن

اور سنٹرل ایشین سوسائٹی کی طرف سے ایک جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں شرکت

کے لیے یہ حضرات تشریف لائے تھے، قاتل گرفتار کر لیا گیا۔

اودھم سنگھ نے عدالت میں بیان دیا۔

”۱۹۱۹ء میں میری عمر سولہ سال کی تھی، اور امرت سر کی فائرننگ مجھے اب تک یاد ہے، میں اس شخص (اوڈائرس) سے نفرت کرتا تھا، یہ قتل کا مستحق تھا، میں اپنے ملک کیلئے جان دے رہا ہوں“



قاتل کو نراملی اور وہ پھانسی چڑھا دیا گیا، اس کے وکیل نے اس مقدمے پر تبصرے کرتے ہوئے کہا۔

”دنیا کے کسی ملک میں ایسے نازک مرحلے پر کہ ڈنکرک سے برطانوی افواج افریقہ کے عالم میں پسپا ہو رہی تھیں۔ اتنے بڑے دشمن ملک اور دشمن شہنشاہیت کو اس طرح کی قانونی مراعات اور سہولتیں نہیں دی جاسکتی تھیں جیسی اودھم سنگھ کو دی گئیں!“

کوئی شبہ نہیں یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے۔

لیکن کیا یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ دنیا کے کسی ملک نے ان حکموں پر جو ہمیشہ اسے خوش آمدید کہتے رہے۔ اور ترقی اقبال و دولت کی دعائیں دیتے رہے۔ ایسے بھیانک اور روح فرسا مظالم نہیں کیے ہوں گے۔ جیسے انگریزوں نے ہندو پاکستان کی بے فرادار امن پسند اور وفادار رعایا پر کیے۔؟

ختم شد